بسم الله الرحمن الرحيم

پارہ نمبر 1

سورۃ البقرۃ

آیت نمبر 136 - 122

اللہ تبارک تعالیٰ فرماتے ہیں

يٰبَنِيٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِيَ الَّتِيۡٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَ اَنِّيۡ فَضَّلۡتُكُمۡ
عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿١٢٢﴾ وَ اتَّقُوۡا يَوۡمًا لَّا تَجۡزِيۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَيۡـًٔا وَّ لَا يُقۡبَلُ
مِنۡهَا عَدۡلٌ وَّ لَا تَنۡفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ ﴿١٢٣﴾

شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ (تفسیر عثمانی میں) فرماتے ہیں کہ:

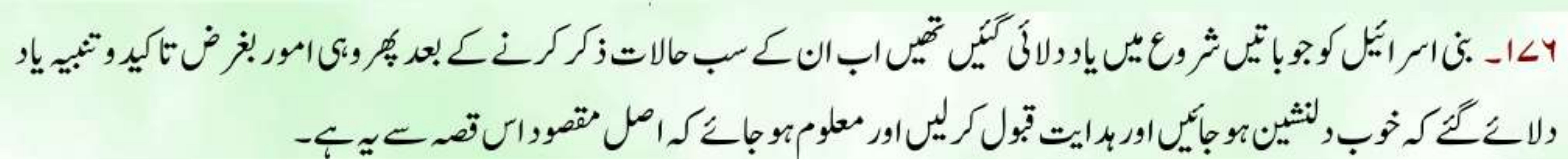

١٧٦۔ بنی اسرائیل کو جو باتیں شروع میں یاد دلائی گئیں تھیں اب ان کے سب حالات ذکر کرنے کے بعد پھر وہی امور بغرض تاکید و تنبیہ یاد دلائے گئے کہ خوب دلنشین ہو جائیں اور ہدایت قبول کر لیں اور معلوم ہو جائے کہ اصل مقصود اس قصہ سے یہ ہے۔

مفتی تقی عثمانی مدظلہ (آسان ترجمہ قرآن میں) فرماتے ہیں کہ:

(۷۹) بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور ان کے مقابلے میں بنی اسرائیل کی نافرمانیوں کا جو ذکر اُوپر سے چلا آ رہا ہے، اس کا آغاز آیت ۴۷ اور ۴۸ میں تقریباً انہی الفاظ سے کیا گیا تھا۔ اب سارے واقعات تفصیل سے یاد دِلانے کے بعد پھر وہی بات ناصحانہ انداز میں ارشاد فرمائی گئی ہے کہ ان سب باتوں کو یاد دِلانے کا اصل مقصد تمہاری خیر خواہی ہے، اور تمہیں ان واقعات سے اس نتیجے تک پہنچ جانا چاہیے۔

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ :

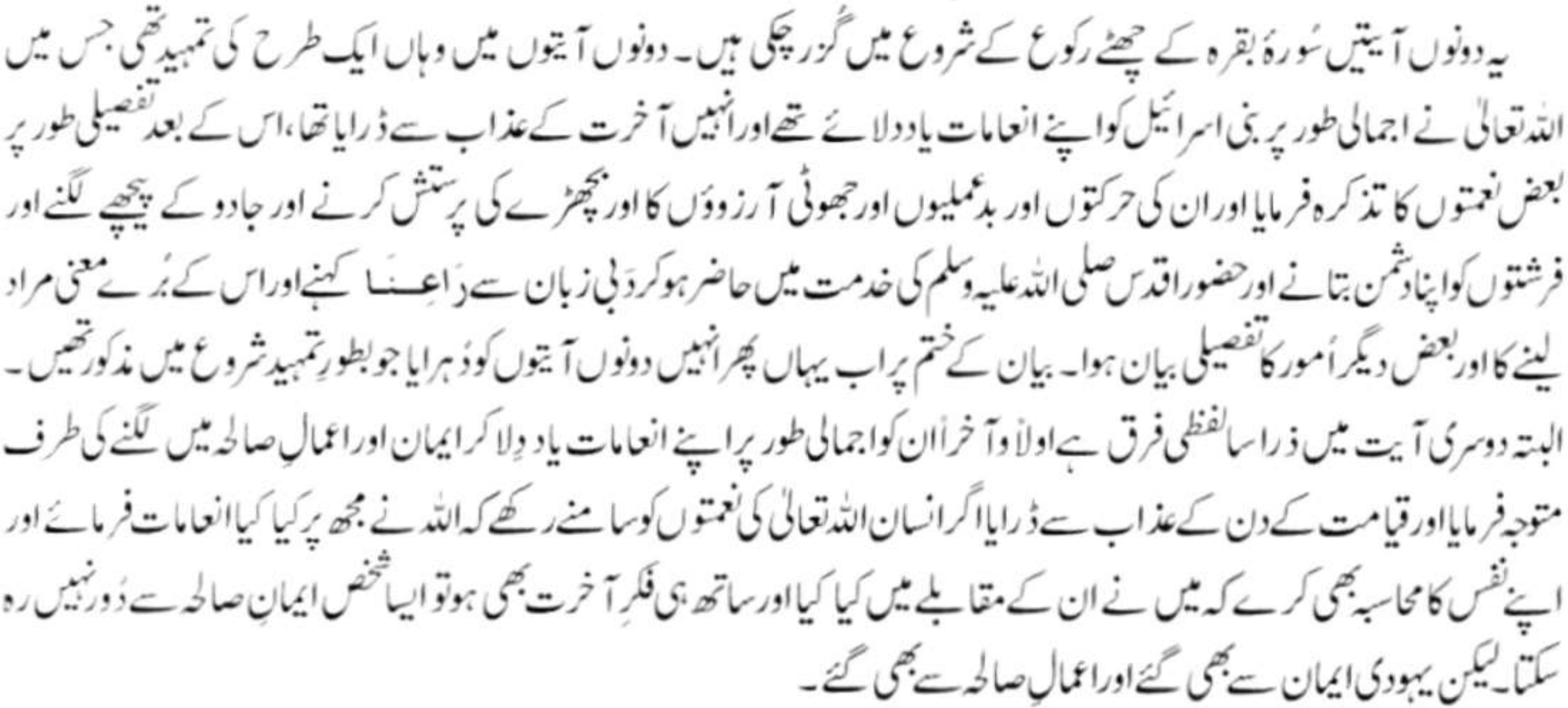

یہ دونوں آیتیں سُورۂ بقرہ کے چھٹے رکوع کے شروع میں گُزر چکی ہیں۔ دونوں آیتوں میں وہاں ایک طرح کی تمہید تھی جس میں اللہ تعالیٰ نے اجمالی طور پر بنی اسرائیل کو اپنے انعامات یاد دلائے تھے اور انہیں آخرت کے عذاب سے ڈرایا تھا، اس کے بعد تفصیلی طور پر بعض نعمتوں کا تذکرہ فرمایا اور ان کی حرکتوں اور بدعملیوں اور جھوٹی آرزوؤں کا اور بچھڑے کی پرستش کرنے اور جادو کے پیچھے لگنے اور فرشتوں کو اپنا دشمن بتانے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دَبی زبان سے رَاعِنَا کہنے اور اس کے بُرے معنی مراد لینے کا اور بعض دیگر اُمور کا تفصیلی بیان ہوا۔ بیان کے ختم پر اب یہاں پھر انہیں دونوں آیتوں کو دُہرایا جو بطورِ تمہید شروع میں مذکور تھیں۔ البتہ دوسری آیت میں ذرا سا لفظی فرق ہے اولاً و آخراً ان کو اجمالی طور پر اپنے انعامات یاد دِلا کر ایمان اور اعمالِ صالحہ میں لگنے کی طرف متوجہ فرمایا اور قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرایا اگر انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو سامنے رکھے کہ اللہ نے مجھ پر کیا کیا انعامات فرمائے اور اپنے نفس کا محاسبہ بھی کرے کہ میں نے ان کے مقابلے میں کیا کیا اور ساتھ ہی فکرِ آخرت بھی ہو تو ایسا شخص ایمانِ صالحہ سے دُور نہیں رہ سکتا۔ لیکن یہودی ایمان سے بھی گئے اور اعمالِ صالحہ سے بھی گئے۔

اللہ تبارک تعالیٰ فرماتے ہیں

وَ اِذِ ابۡتَلٰۤی اِبۡرٰہٖمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّہُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیۡ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ
اِمَامًا ؕ قَالَ وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَہۡدِی الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۲۴﴾

شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ (تفسیر عثمانی میں) فرماتے ہیں کہ :

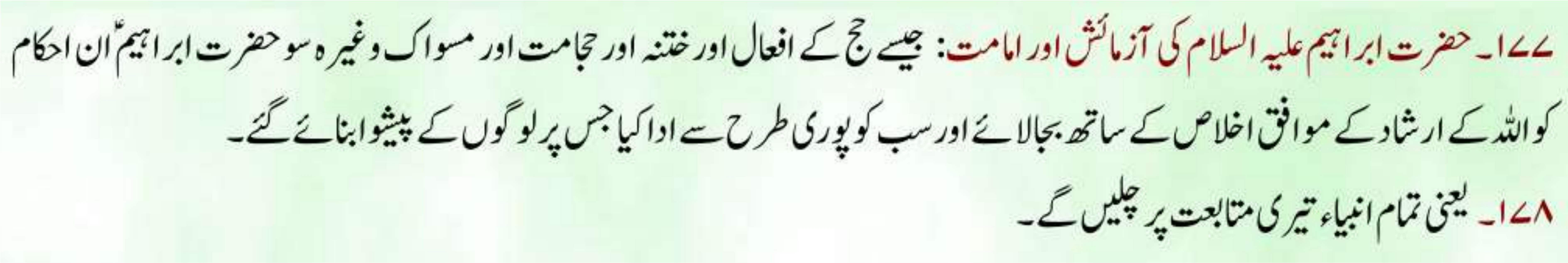

۱۷۷۔ **حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش اور امامت:** جیسے حج کے افعال اور ختنہ اور حجامت اور مسواک وغیرہ سو حضرت ابراہیمؑ ان احکام کو اللہ کے ارشاد کے موافق اخلاص کے ساتھ بجالائے اور سب کو پوری طرح سے ادا کیا جس پر لوگوں کے پیشوا بنائے گئے۔

۱۷۸۔ یعنی تمام انبیاء تیری متابعت پر چلیں گے۔

شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ (تفسیر عثمانی میں) فرماتے ہیں کہ :

۱۷۹۔ وعدۂ نبوت ظالموں کے لئے نہیں تھا: بنی اسرائیل اس پر بہت مغرور تھے کہ ہم اولاد ابراہیمؑ میں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے وعدہ کیا ہے کہ نبوت و بزرگی تیری اولاد میں رہے گی۔ اور ہم حضرت ابراہیمؑ کے دین پر ہیں۔ اور ان کے دین کو سب مانتے ہیں۔ اور اب اللہ تعالیٰ ان کو سمجھاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جو وعدہ تھا وہ ان سے تھا جو نیک راہ پر چلیں اور حضرت ابراہیمؑ کے دو بیٹے تھے ایک مدت تک حضرت اسحٰقؑ کی اولاد میں پیغمبری اور بزرگی رہی اب اسمٰعیلؑ کی اولاد میں پہنچی (اور انہوں نے دونوں بیٹوں کے حق میں دعا کی تھی) اور فرماتا ہے کہ دین اسلام ہمیشہ ایک ہے سب پیغمبر اور سب امتیں اس پر گذریں (وہ یہ کہ جو حکم اللہ بھیجے پیغمبر کے ہاتھ اس کو قبول کرنا) اب یہ طریقہ مسلمانوں کا ہے اور تم اس سے پھرے ہوئے ہو۔ پہلی آیات میں اپنے انعامات بتلائے تھے اب ان کے اس شبہے کو دفع کیا کہ بنی اسرائیل اپنے آپ کو سارے عالم کا امام اور متبوع اور سب سے افضل سمجھ کر کسی کا اتباع نہ کرتے تھے۔ فائدہ: بنی اسرائیل کے واقعات میں حضرت ابراہیمؑ کا ذکر اور انکی منقبت مذکور ہوئی۔ اب ان کے ذکر کے ذیل میں خانہ کعبہ کی حالت اور فضیلت ان آیات میں ذکر فرمائی اور انکے ضمن میں یہود و نصاریٰ پر الزامات بھی ہیں جیسا کہ مفسرین نے ذکر کیا۔

مفتی تقی عثمانی مدظلہ (آسان ترجمہ قرآن میں) فرماتے ہیں کہ :

(۸۰) یہاں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کچھ حالات و واقعات شروع ہو رہے ہیں، اور پچھلی آیتوں سے ان واقعات کا دو طرح گہرا تعلق ہے۔ ایک بات تو یہ ہے کہ یہودی، عیسائی اور عرب کے بت پرست، یعنی تینوں وہ گروہ جن کا ذکر اُوپر آیا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا پیشوا مانتے تھے، مگر ہر گروہ یہ دعویٰ کرتا تھا کہ وہ اُسی کے مذہب کے حامی تھے۔ لہٰذا ضروری تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں صحیح صورتِ حال واضح کی جائے۔ قرآنِ کریم نے یہاں یہ بتلایا ہے کہ اُن کا تینوں گروہوں کے باطل عقائد سے کوئی تعلق نہیں تھا، ان کی ساری زندگی توحید کی تبلیغ میں خرچ ہوئی، اور انہیں اس راستے میں بڑی بڑی آزمائشوں سے گذرنا پڑا جن میں وہ پورے اُترے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے، حضرت اسحاق اور حضرت اسماعیل (علیہما السلام)۔ حضرت اسحاق علیہ السلام ہی کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام تھے جن کا دوسرا نام

مفتی تقی عثمانی مدظلہ (آسان ترجمہ قرآن میں) فرماتے ہیں کہ:

اسرائیل تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبوّت کا سلسلہ انہی کی اولاد یعنی بنی اسرائیل میں چلا آرہا تھا جس کی بنا پر وہ یہ سمجھتے تھے کہ دُنیا بھر کی پیشوائی کا حق صرف انہی کو حاصل ہے۔ کسی اور نسل میں کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو اُن کے لئے واجب الاتباع ہو۔ قرآنِ کریم نے یہاں یہ غلط فہمی دُور کرتے ہوئے یہ واضح فرمایا ہے کہ دِینی پیشوائی کا منصب کسی خاندان کی لازمی میراث نہیں ہے، اور یہ بات خود حضرت ابراہیم علیہ السلام سے صریح لفظوں میں کہہ دی گئی تھی۔ انہیں جب اللہ تعالیٰ نے مختلف طریقوں سے آزمالیا اور یہ ثابت ہوگیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر بڑی سے بڑی قربانی کے لئے ہمیشہ تیار رہے، انہیں توحید کے عقیدے کی پاداش میں آگ میں ڈالا گیا، انہیں وطن چھوڑنے پر مجبور ہونا پڑا، انہیں اپنی بیوی اور نوزائیدہ بچے کو مکہ کی خشک وادی میں تنہا چھوڑنے کا حکم ملا اور وہ بلا تأمل یہ ساری قربانیاں دیتے چلے گئے، تب اللہ تعالیٰ نے انہیں دُنیا بھر کی پیشوائی کا منصب دینے

مفتی تقی عثمانی مدظلہ (آسان ترجمہ قرآن میں) فرماتے ہیں کہ :

کا اعلان فرمایا۔ اُسی موقع پر جب انہوں نے اپنی اولاد کے بارے میں پوچھا تو صاف طور پر بتلا دیا گیا کہ ان میں جو لوگ ظالم ہوں گے یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اپنی جانوں پر ظلم کریں گے وہ اس منصب کے حق دار نہیں ہوں گے۔ بنی اسرائیل کو صدیوں آزمانے کے بعد ثابت یہ ہوا ہے کہ وہ اس لائق نہیں ہیں کہ قیامت تک پوری انسانیت کی دِینی پیشوائی ان کو دی جائے۔ اس لئے نبیِ آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے صاحبزادے یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں بھیجے جا رہے ہیں جن کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دُعا کی تھی کہ وہ اہلِ مکہ میں سے بھیجے جائیں۔ اب چونکہ دِینی پیشوائی منتقل کی جارہی ہے، اس لئے اب قبلہ بھی اس بیت اللہ کو بنایا جانے والا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا۔ اس مناسبت سے آگے تعمیرِ کعبہ کا واقعہ بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ یہاں سے آیت نمبر ۱۵۲ تک جو سلسلۂ کلام آرہا ہے اس کو اِس پسِ منظر میں سمجھنا چاہے۔

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ :

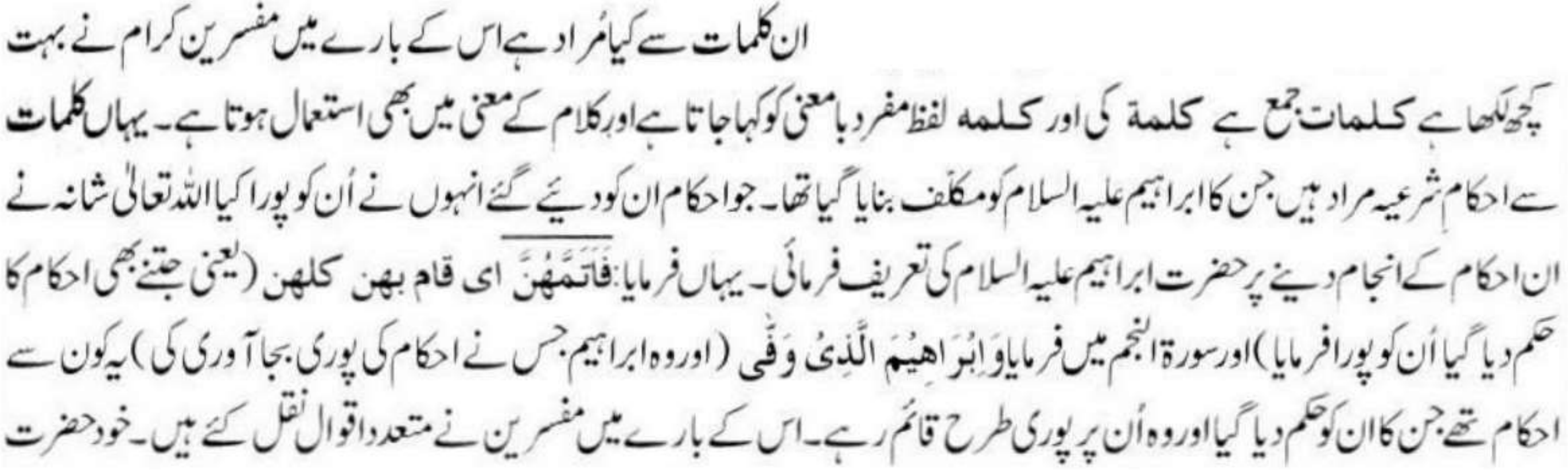

ان کلمات سے کیا مُراد ہے اس کے بارے میں مفسرین کرام نے بہت کچھ لکھا ہے کلمات جمع ہے کلمة کی اور کلمه لفظ مفرد با معنی کو کہا جاتا ہے اور کلام کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہاں **کلمات** سے احکامِ شرعیہ مراد ہیں جن کا ابراہیم علیہ السلام کو مکلّف بنایا گیا تھا۔ جو احکام ان کو دیئے گئے انہوں نے اُن کو پورا کیا اللہ تعالیٰ شانہ نے ان احکام کے انجام دینے پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعریف فرمائی۔ یہاں فرمایا: فَاَتَمَّهُنَّ ای قام بهن كلهن (یعنی جتنے بھی احکام کا حکم دیا گیا اُن کو پورا فرمایا) اور سورۃ النجم میں فرمایا وَاِبْرَاهِيمَ الَّذِيْ وَفّٰى (اور وہ ابراہیم جس نے احکام کی پوری بجا آوری کی) یہ کون سے احکام تھے جن کا ان کو حکم دیا گیا اور وہ اُن پر پوری طرح قائم رہے۔ اس کے بارے میں مفسرین نے متعدد اقوال نقل کئے ہیں۔ خود حضرت

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ :

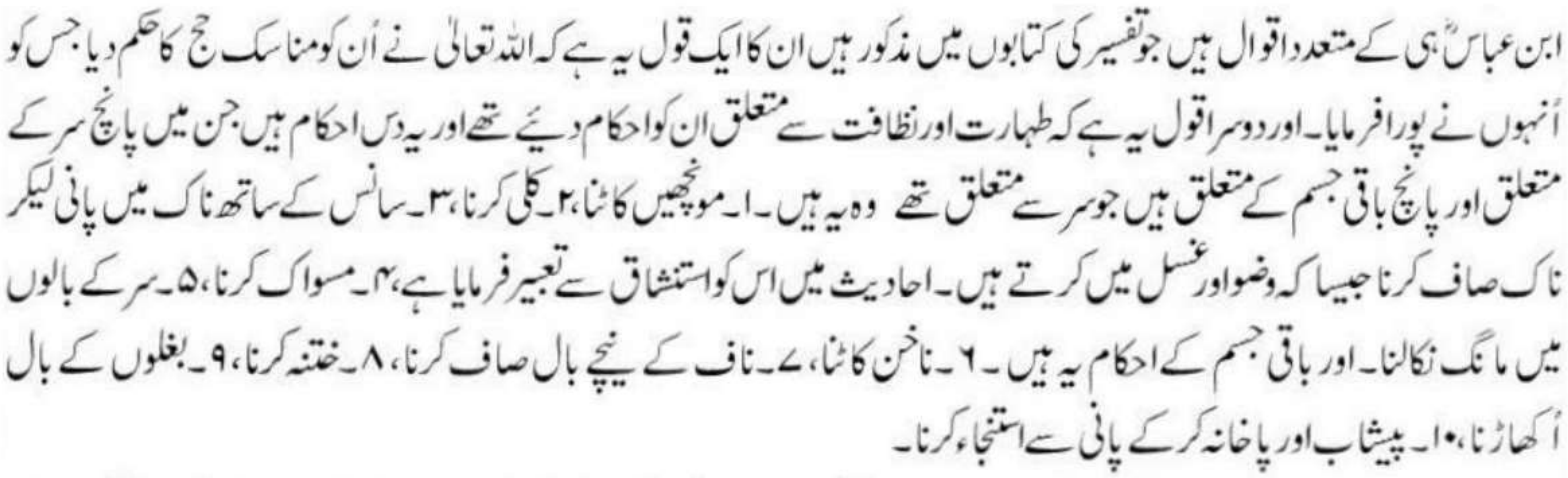

ابن عباسؓ ہی کے متعدد اقوال ہیں جو تفسیر کی کتابوں میں مذکور ہیں ان کا ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو مناسک حج کا حکم دیا جس کو اُنہوں نے پورا فرمایا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ طہارت اور نظافت سے متعلق ان کو احکام دیئے تھے اور یہ دس احکام ہیں جن میں پانچ سر کے متعلق اور پانچ باقی جسم کے متعلق ہیں جو سر سے متعلق تھے وہ یہ ہیں۔ ۱۔ مونچھیں کاٹنا، ۲۔ کلی کرنا، ۳۔ سانس کے ساتھ ناک میں پانی لیکر ناک صاف کرنا جیسا کہ وضو اور غسل میں کرتے ہیں۔ احادیث میں اس کو استنشاق سے تعبیر فرمایا ہے، ۴۔ مسواک کرنا، ۵۔ سر کے بالوں میں مانگ نکالنا۔ اور باقی جسم کے احکام یہ ہیں ۔ ۶ ۔ ناخن کاٹنا، ۷۔ ناف کے نیچے بال صاف کرنا، ۸۔ ختنہ کرنا، ۹۔ بغلوں کے بال اُکھاڑنا، ۱۰۔ پیشاب اور پاخانہ کر کے پانی سے استنجاء کرنا۔

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ :

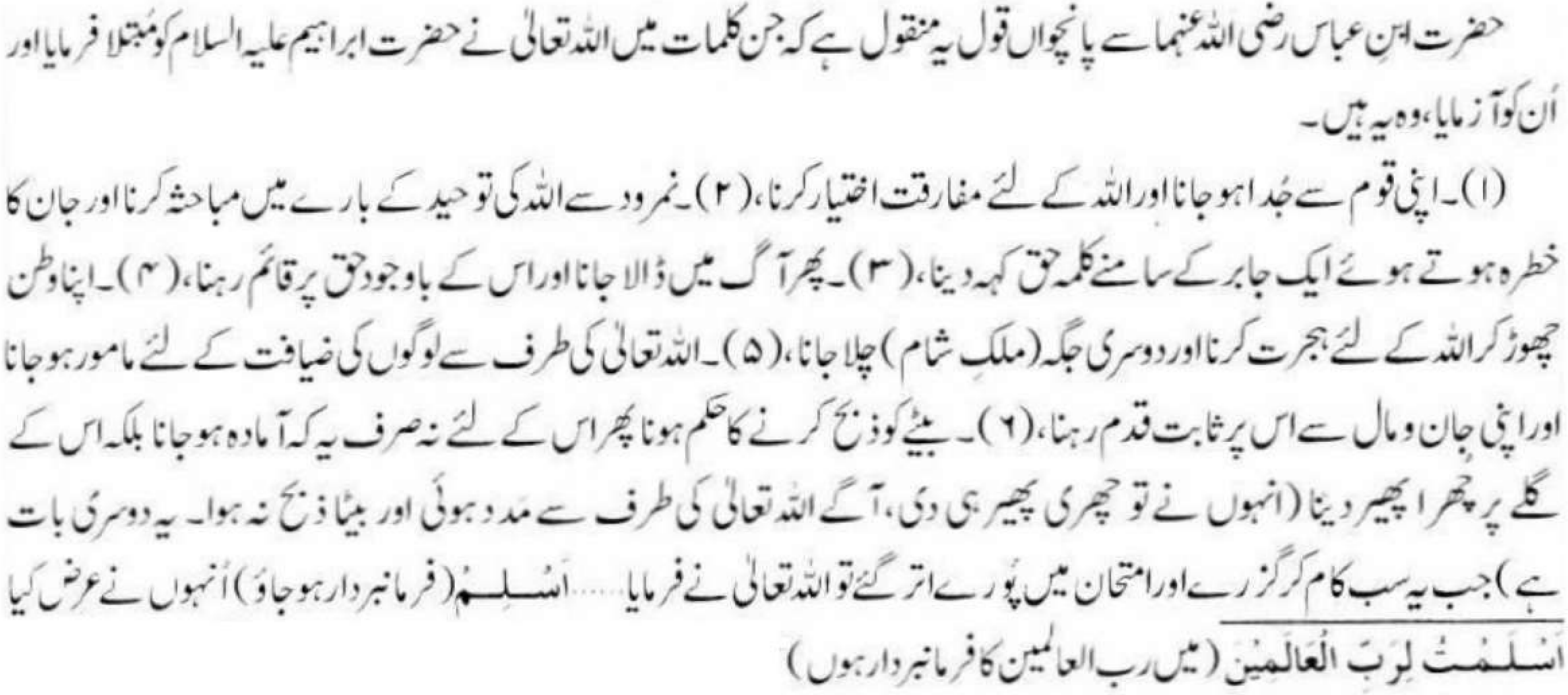

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے پانچواں قول یہ منقول ہے کہ جن کلمات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مُبتلا فرمایا اور اُن کو آزمایا، وہ یہ ہیں۔

(۱)۔ اپنی قوم سے جُدا ہو جانا اور اللہ کے لئے مفارقت اختیار کرنا، (۲)۔ نمرود سے اللہ کی توحید کے بارے میں مباحثہ کرنا اور جان کا خطرہ ہوتے ہوئے ایک جابر کے سامنے کلمہ حق کہہ دینا، (۳)۔ پھر آگ میں ڈالا جانا اور اس کے باوجود حق پر قائم رہنا، (۴)۔ اپنا وطن چھوڑ کر اللہ کے لئے ہجرت کرنا اور دوسری جگہ (ملکِ شام) چلا جانا، (۵)۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کی ضیافت کے لئے مامور ہو جانا اور اپنی جان و مال سے اس پر ثابت قدم رہنا، (۶)۔ بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم ہونا پھر اس کے لئے نہ صرف یہ کہ آمادہ ہو جانا بلکہ اس کے گلے پر چھرا پھیر دینا (انہوں نے تو چھری پھیر ہی دی، آگے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ہوئی اور بیٹا ذبح نہ ہوا۔ یہ دوسری بات ہے) جب یہ سب کام کر گزرے اور امتحان میں پُورے اتر گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... اَسْلِمْ (فرمانبردار ہو جاؤ) اُنہوں نے عرض کیا اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ (میں رب العالمین کا فرمانبردار ہوں)

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ :

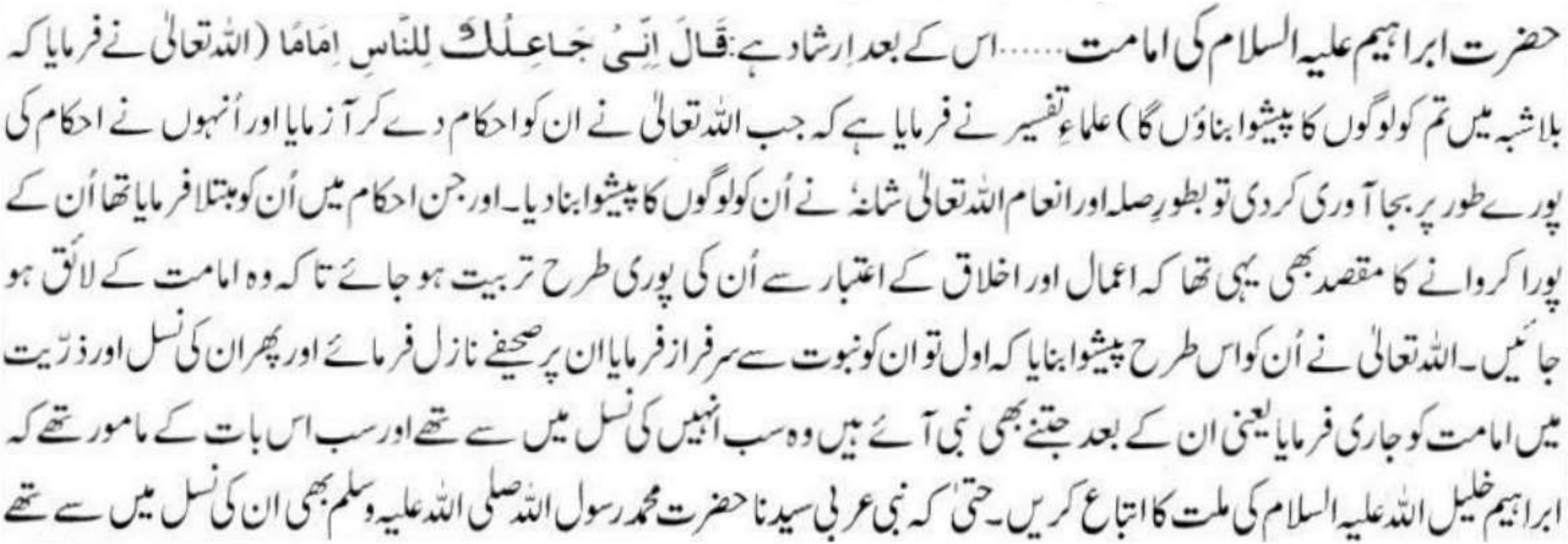

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی امامت...... اس کے بعد ارشاد ہے: قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بلاشبہ میں تم کو لوگوں کا پیشوا بناؤں گا) علماءِ تفسیر نے فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو احکام دے کر آزمایا اور اُنہوں نے احکام کی پورے طور پر بجا آوری کر دی تو بطورِ صلہ اور انعام اللہ تعالیٰ شانہٗ نے اُن کو لوگوں کا پیشوا بنا دیا۔ اور جن احکام میں اُن کو مبتلا فرمایا تھا اُن کے پورا کروانے کا مقصد بھی یہی تھا کہ اعمال اور اخلاق کے اعتبار سے اُن کی پوری طرح تربیت ہو جائے تاکہ وہ امامت کے لائق ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اس طرح پیشوا بنایا کہ اول تو ان کو نبوت سے سرفراز فرمایا ان پر صحیفے نازل فرمائے اور پھر ان کی نسل اور ذرّیت میں امامت کو جاری فرمایا یعنی ان کے بعد جتنے بھی نبی آئے ہیں وہ سب انہیں کی نسل میں سے تھے اور سب اس بات کے مامور تھے کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی ملت کا اتباع کریں۔ حتیٰ کہ نبی عربی سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی نسل میں سے تھے

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ :

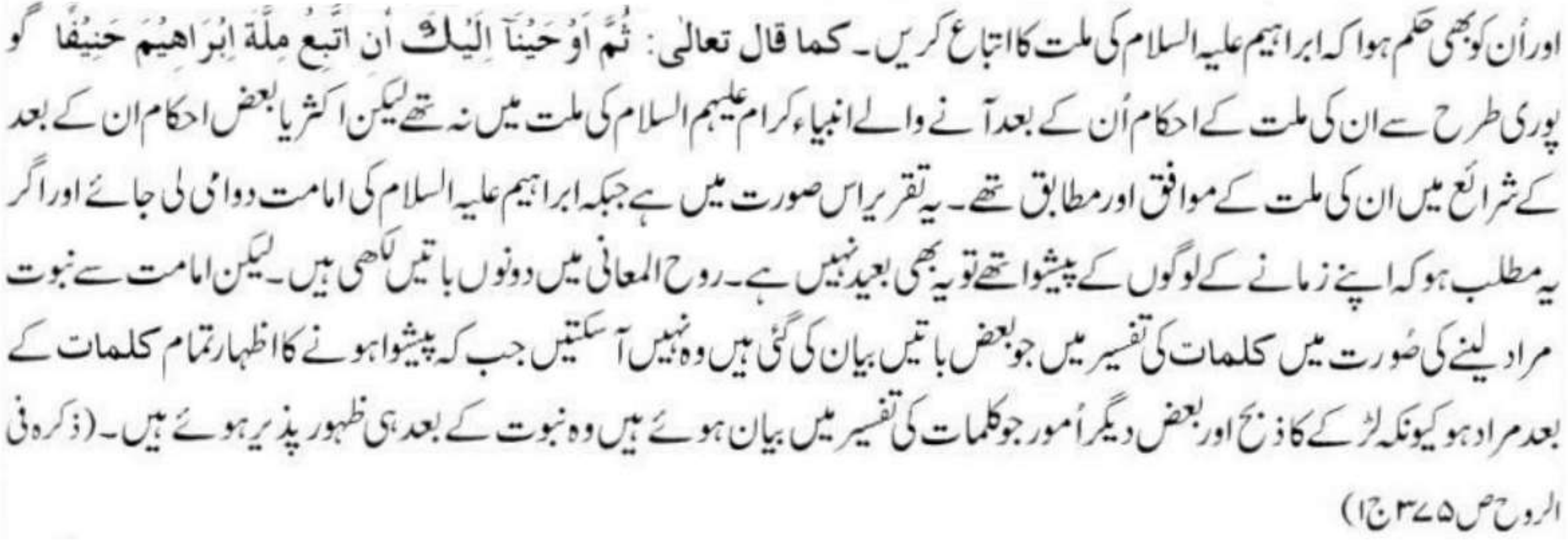

اور اُن کو بھی حکم ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کی ملت کا اتباع کریں۔ کما قال تعالیٰ: ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا گو پوری طرح سے ان کی ملت کے احکام اُن کے بعد آنے والے انبیاء کرام علیہم السلام کی ملت میں نہ تھے لیکن اکثر یا بعض احکام ان کے بعد کے شرائع میں ان کی ملت کے موافق اور مطابق تھے۔ یہ تقریر اس صورت میں ہے جبکہ ابراہیم علیہ السلام کی امامت دوامی لی جائے اور اگر یہ مطلب ہو کہ اپنے زمانے کے لوگوں کے پیشوا تھے تو یہ بھی بعید نہیں ہے۔ روح المعانی میں دونوں باتیں لکھی ہیں۔ لیکن امامت سے نبوت مراد لینے کی صُورت میں کلمات کی تفسیر میں جو بعض باتیں بیان کی گئی ہیں وہ نہیں آ سکتیں جب کہ پیشوا ہونے کا اظہار تمام کلمات کے بعد مراد ہو کیونکہ لڑکے کا ذبح اور بعض دیگر اُمور جو کلمات کی تفسیر میں بیان ہوئے ہیں وہ نبوت کے بعد ہی ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ (ذکرہ فی الروح ص ۳۷۵ ج ۱)

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ :

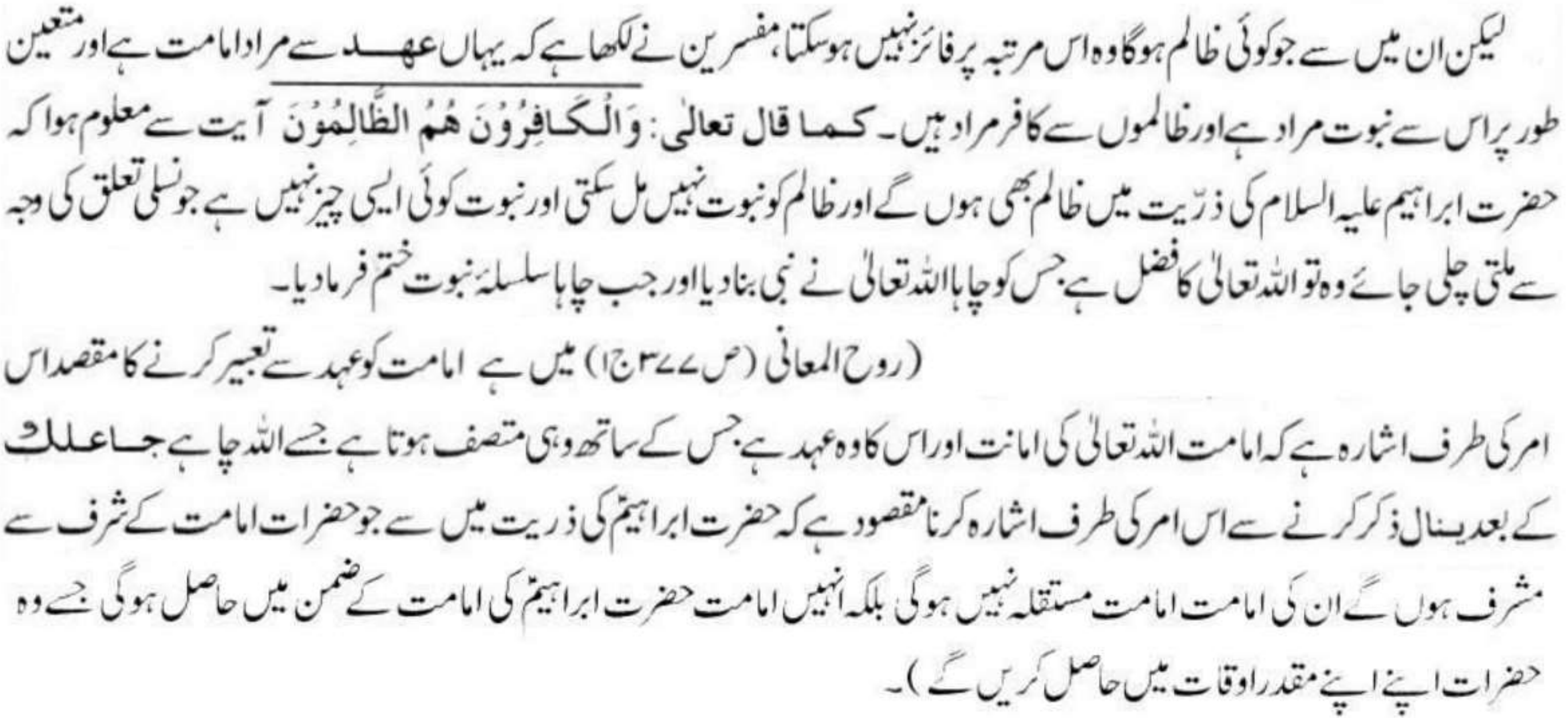

لیکن ان میں سے جو کوئی ظالم ہوگا وہ اس مرتبہ پر فائز نہیں ہوسکتا، مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں عہد سے مراد امامت ہے اور متعین طور پر اس سے نبوت مراد ہے اور ظالموں سے کافر مراد ہیں۔ کما قال تعالیٰ: وَالْكَافِرُوْنَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذرّیت میں ظالم بھی ہوں گے اور ظالم کو نبوت نہیں مل سکتی اور نبوت کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو نسلی تعلق کی وجہ سے ملتی چلی جائے وہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ جس کو چاہا اللہ تعالیٰ نے نبی بنا دیا اور جب چاہا سلسلۂ نبوت ختم فرما دیا۔

(روح المعانی (ص ۳۷۷ ج ۱) میں ہے امامت کو عہد سے تعبیر کرنے کا مقصد اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ امامت اللہ تعالیٰ کی امانت اور اس کا وہ عہد ہے۔ جس کے ساتھ وہی متصف ہوتا ہے جسے اللہ چاہے جاعلک کے بعد ینال ذکر کرنے سے اس امر کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی ذریت میں سے جو حضرات امامت کے شرف سے مشرف ہوں گے ان کی امامت امامت مستقلہ نہیں ہوگی بلکہ انہیں امامت حضرت ابراہیمؑ کی امامت کے ضمن میں حاصل ہوگی جسے وہ حضرات اپنے اپنے مقدر اوقات میں حاصل کریں گے۔

اللہ تبارک تعالیٰ فرماتے ہیں

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ
اِبْرٰھٖمَ مُصَلًّی ؕ وَعَہِدْنَاۤ اِلٰۤی اِبْرٰھٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَہِّرَا بَیْتِیَ
لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعٰکِفِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾

شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ (تفسیر عثمانی میں) فرماتے ہیں کہ :

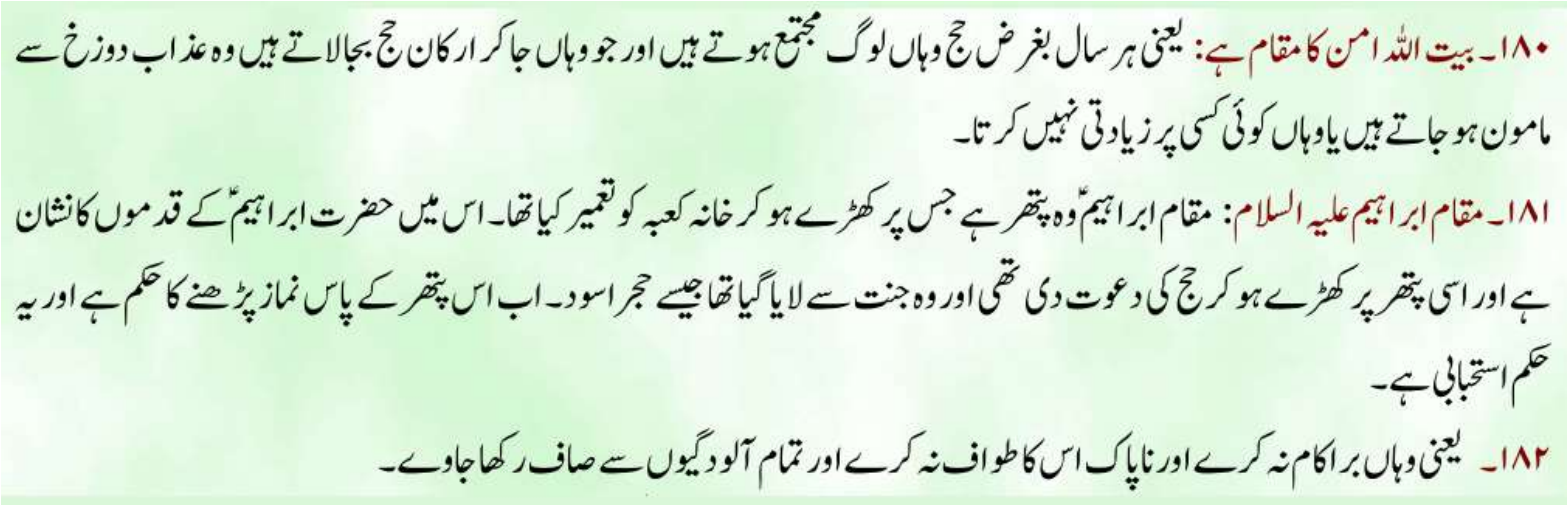

۱۸۰۔ بیت اللہ امن کا مقام ہے: یعنی ہر سال بغرض حج وہاں لوگ مجتمع ہوتے ہیں اور جو وہاں جا کر ارکان حج بجالاتے ہیں وہ عذاب دوزخ سے مامون ہو جاتے ہیں یا وہاں کوئی کسی پر زیادتی نہیں کرتا۔

۱۸۱۔ مقام ابراہیم علیہ السلام: مقام ابراہیمؑ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر خانہ کعبہ کو تعمیر کیا تھا۔ اس میں حضرت ابراہیمؑ کے قدموں کا نشان ہے اور اسی پتھر پر کھڑے ہو کر حج کی دعوت دی تھی اور وہ جنت سے لایا گیا تھا جیسے حجر اسود۔ اب اس پتھر کے پاس نماز پڑھنے کا حکم ہے اور یہ حکم استحبابی ہے۔

۱۸۲۔ یعنی وہاں برا کام نہ کرے اور ناپاک اس کا طواف نہ کرے اور تمام آلودگیوں سے صاف رکھا جاوے۔

مفتی تقی عثمانی مدظلہ (آسان ترجمہ قرآن میں) فرماتے ہیں کہ:

(۸۱) اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی یہ حرمت رکھی ہے کہ نہ صرف مسجدِ حرام میں بلکہ اُس کے ارد گرد کے وسیع علاقے میں جسے حرم کہا جاتا ہے، نہ کسی انسان کو قتل کیا جا سکتا ہے، نہ شدید دِفاعی ضرورت کے بغیر جنگ کرنا جائز ہے، نہ کسی جانور کا شکار حلال ہے، نہ کوئی خودرو پودا اُکھاڑنے کی اجازت ہے، نہ کسی جانور کو قید رکھا جا سکتا ہے۔ اس طرح یہ صرف انسانوں کے لئے ہی نہیں، حیوانات اور نباتات کے لئے بھی امن کی جگہ ہے۔

(۸۲) مقامِ ابراہیم اُس پتھر کا نام ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ تعمیر کیا تھا۔ یہ پتھر آج بھی موجود ہے، اور یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہر وہ شخص جو بیت اللہ کا طواف کرے، سات چکر لگانے کے بعد اس پتھر کے سامنے کھڑا ہو کر بیت اللہ کا رُخ کرے اور دو رکعتیں پڑھے۔ ان رکعتوں کا اسی جگہ پڑھنا افضل ہے۔

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ :

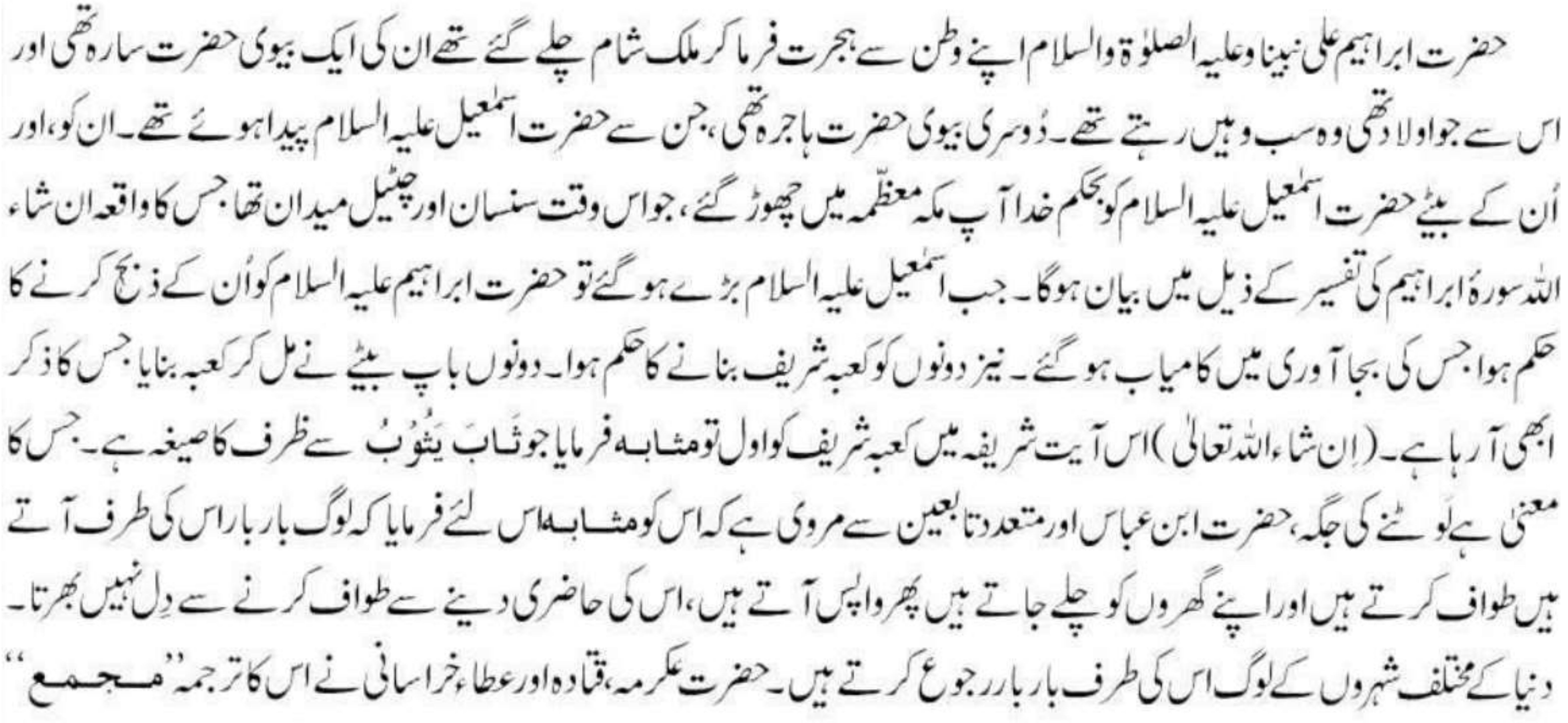

حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے وطن سے ہجرت فرما کر ملک شام چلے گئے تھے ان کی ایک بیوی حضرت سارہ تھی اور اس سے جو اولاد تھی وہ سب وہیں رہتے تھے۔ دوسری بیوی حضرت ہاجرہ تھی، جن سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ ان کو، اور اُن کے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو بحکم خدا آپ مکہ معظّمہ میں چھوڑ گئے، جو اس وقت سنسان اور چٹیل میدان تھا جس کا واقعہ ان شاء اللہ سورۂ ابراہیم کی تفسیر کے ذیل میں بیان ہوگا۔ جب اسمٰعیل علیہ السلام بڑے ہوگئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اُن کے ذبح کرنے کا حکم ہوا جس کی بجا آوری میں کامیاب ہو گئے۔ نیز دونوں کو کعبہ شریف بنانے کا حکم ہوا۔ دونوں باپ بیٹے نے مل کر کعبہ بنایا جس کا ذکر ابھی آ رہا ہے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ) اس آیت شریفہ میں کعبہ شریف کو اول تو مثابہ فرمایا جو ثَابَ یَثُوْبُ سے ظرف کا صیغہ ہے۔ جس کا معنٰی ہے لَوٹنے کی جگہ، حضرت ابن عباس اور متعدد تابعین سے مروی ہے کہ اس کو مثابہ اس لئے فرمایا کہ لوگ بار بار اس کی طرف آتے ہیں طواف کرتے ہیں اور اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں پھر واپس آتے ہیں، اس کی حاضری دینے سے طواف کرنے سے دِل نہیں بھرتا۔ دنیا کے مختلف شہروں کے لوگ اس کی طرف بار بار رجوع کرتے ہیں۔ حضرت عکرمہ، قتادہ اور عطاء خراسانی نے اس کا ترجمہ "مجمع"

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ :

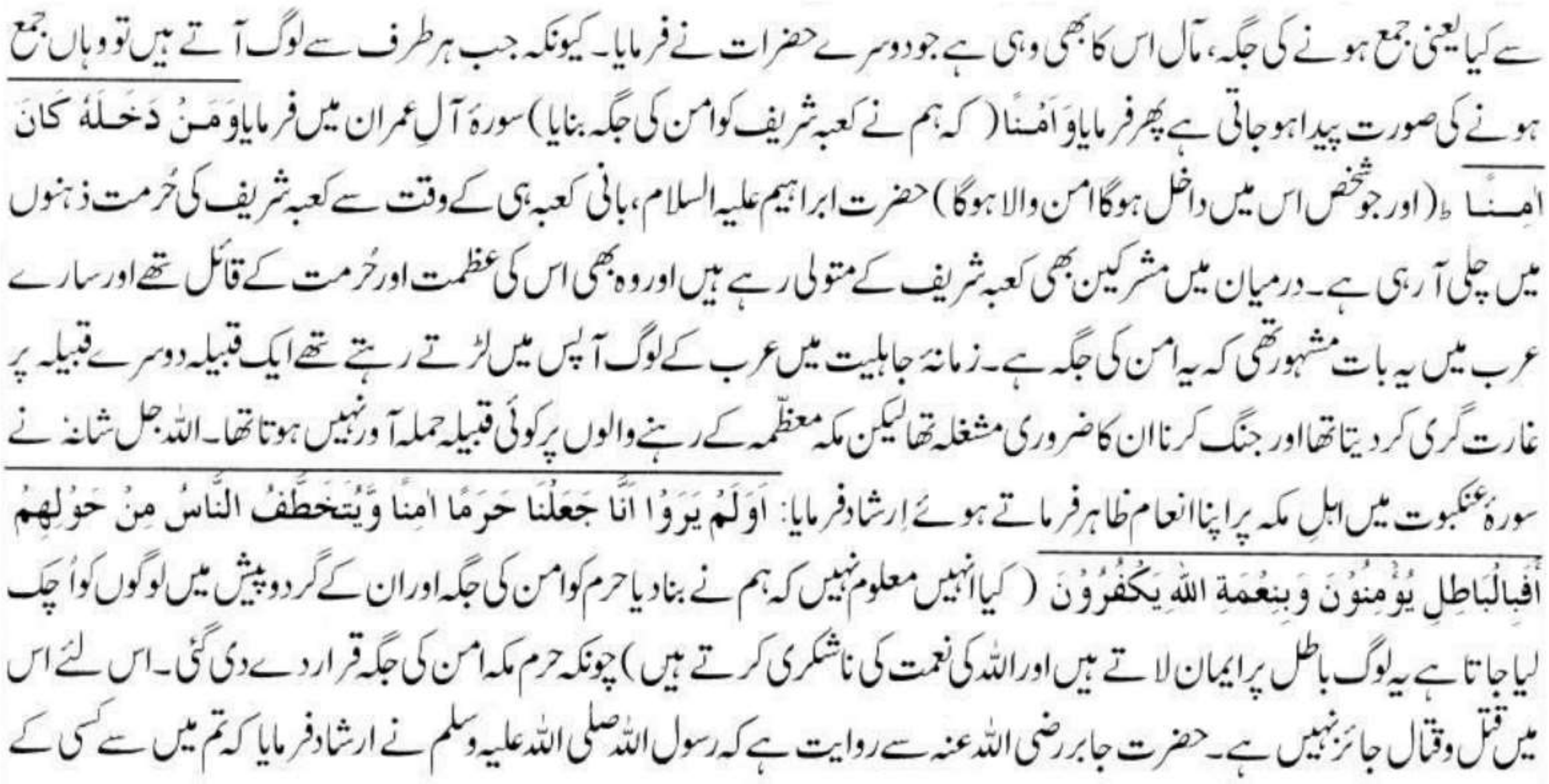

سے کیا یعنی جمع ہونے کی جگہ، مآل اس کا بھی وہی ہے جو دوسرے حضرات نے فرمایا۔ کیونکہ جب ہر طرف سے لوگ آتے ہیں تو وہاں جمع ہونے کی صورت پیدا ہو جاتی ہے پھر فرمایا وَاَمۡنًا (کہ ہم نے کعبہ شریف کو امن کی جگہ بنایا) سورۂ آلِ عمران میں فرمایا وَمَنۡ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ (اور جو شخص اس میں داخل ہوگا امن والا ہوگا) حضرت ابراہیم علیہ السلام، بانی کعبہ ہی کے وقت سے کعبہ شریف کی حُرمت ذہنوں میں چلی آرہی ہے۔ درمیان میں مشرکین بھی کعبہ شریف کے متولی رہے ہیں اور وہ بھی اس کی عظمت اور حُرمت کے قائل تھے اور سارے عرب میں یہ بات مشہور تھی کہ یہ امن کی جگہ ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں عرب کے لوگ آپس میں لڑتے رہتے تھے ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ پر غارت گری کر دیتا تھا اور جنگ کرنا ان کا ضروری مشغلہ تھا لیکن مکہ معظّمہ کے رہنے والوں پر کوئی قبیلہ حملہ آور نہیں ہوتا تھا۔ اللہ جل شانہٗ نے سورۂ عنکبوت میں اہلِ مکہ پر اپنا انعام ظاہر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: اَوَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّا جَعَلۡنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّیُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنۡ حَوۡلِهِمۡ اَفَبِالۡبَاطِلِ یُؤۡمِنُوۡنَ وَبِنِعۡمَةِ اللّٰهِ یَكۡفُرُوۡنَ (کیا انہیں معلوم نہیں کہ ہم نے بنادیا حرم کو امن کی جگہ اور ان کے گردو پیش میں لوگوں کو اُچک لیا جاتا ہے یہ لوگ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں) چونکہ حرم مکہ امن کی جگہ قرار دے دی گئی۔ اس لئے اس میں قتل وقتال جائز نہیں ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی کے

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ :

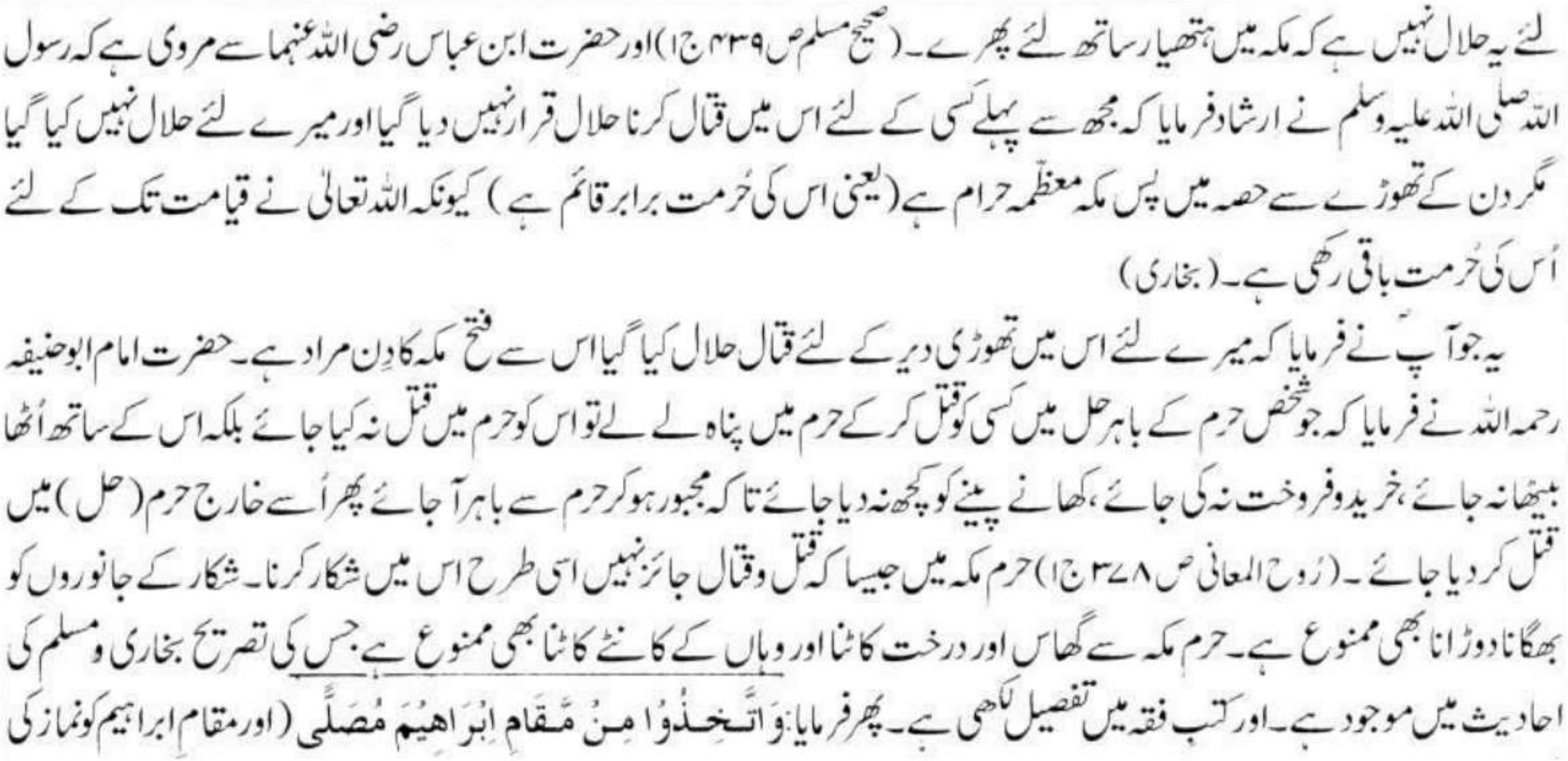

لئے یہ حلال نہیں ہے کہ مکہ میں ہتھیار ساتھ لئے پھرے۔ (صحیح مسلم ص ۴۳۹ ج ۱) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے اس میں قتال کرنا حلال قرار نہیں دیا گیا اور میرے لئے حلال نہیں کیا گیا مگر دن کے تھوڑے سے حصہ میں پس مکہ معظمہ حرام ہے (یعنی اس کی حُرمت برابر قائم ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے اُس کی حُرمت باقی رکھی ہے۔ (بخاری)

یہ جو آپ نے فرمایا کہ میرے لئے اس میں تھوڑی دیر کے لئے قتال حلال کیا گیا اس سے فتح مکہ کا دِن مراد ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو شخص حرم کے باہر حل میں کسی کو قتل کر کے حرم میں پناہ لے لے تو اس کو حرم میں قتل نہ کیا جائے بلکہ اس کے ساتھ اُٹھا بیٹھا نہ جائے، خرید و فروخت نہ کی جائے، کھانے پینے کو کچھ نہ دیا جائے تا کہ مجبور ہو کر حرم سے باہر آ جائے پھر اُسے خارج حرم (حل) میں قتل کر دیا جائے۔ (رُوح المعانی ص ۳۷۸ ج ۱) حرم مکہ میں جیسا کہ قتل و قتال جائز نہیں اسی طرح اس میں شکار کرنا۔ شکار کے جانوروں کو بھگانا دوڑانا بھی ممنوع ہے۔ حرم مکہ سے گھاس اور درخت کاٹنا اور وہاں کے کانٹے کاٹنا بھی ممنوع ہے جس کی تصریح بخاری و مسلم کی احادیث میں موجود ہے۔ اور کتب فقہ میں تفصیل لکھی ہے۔ پھر فرمایا: وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى (اور مقامِ ابراہیم کو نماز کی

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ:

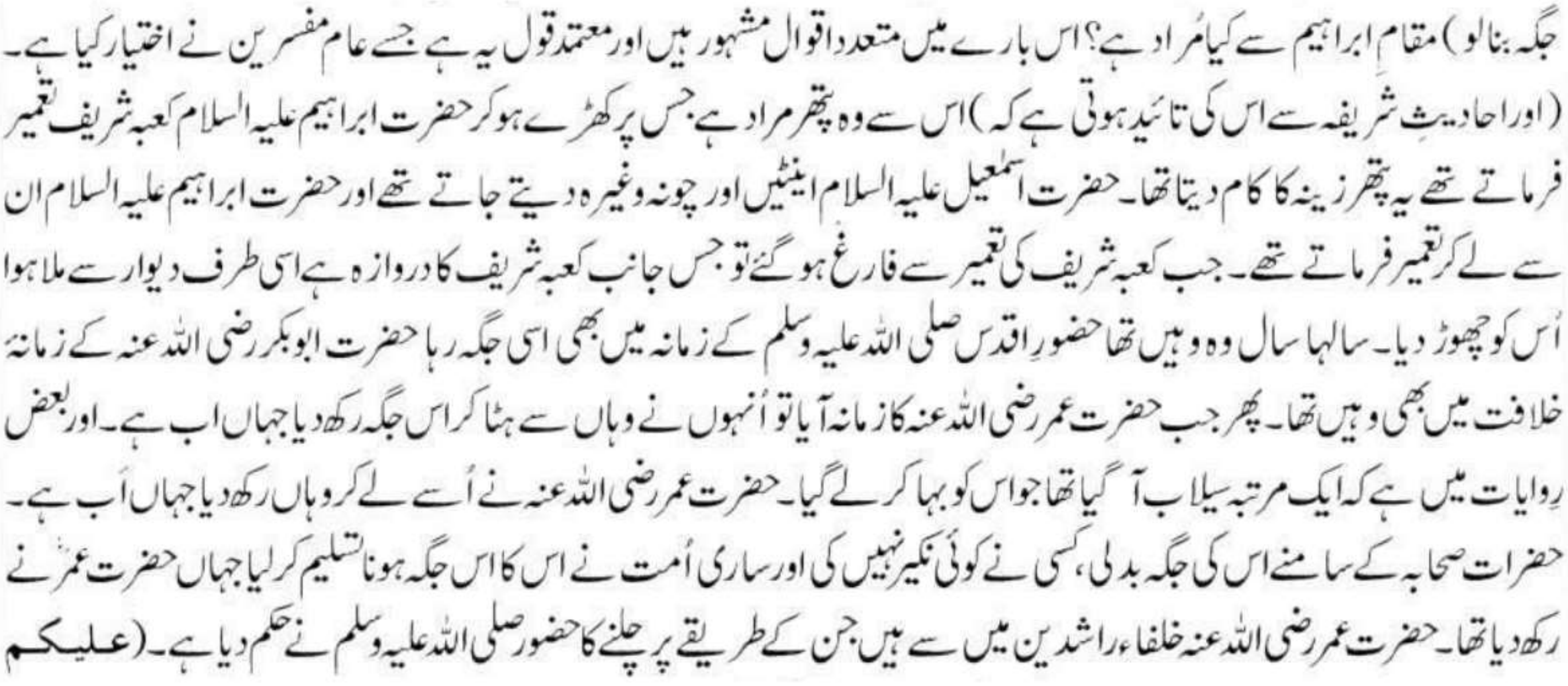

جگہ بنالو) مقامِ ابراہیم سے کیا مُراد ہے؟ اس بارے میں متعدد اقوال مشہور ہیں اور معتمد قول یہ ہے جسے عام مفسرین نے اختیار کیا ہے۔ (اور احادیثِ شریفہ سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ) اس سے وہ پتھر مراد ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ شریف تعمیر فرماتے تھے یہ پتھر زینہ کا کام دیتا تھا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اینٹیں اور چونہ وغیرہ دیتے جاتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے لے کر تعمیر فرماتے تھے۔ جب کعبہ شریف کی تعمیر سے فارغ ہو گئے تو جس جانب کعبہ شریف کا دروازہ ہے اسی طرف دیوار سے ملا ہوا اُس کو چھوڑ دیا۔ سالہا سال وہ وہیں تھا حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی اسی جگہ رہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں بھی وہیں تھا۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو اُنہوں نے وہاں سے ہٹا کر اس جگہ رکھ دیا جہاں اب ہے۔ اور بعض رِوایات میں ہے کہ ایک مرتبہ سیلاب آ گیا تھا جو اس کو بہا کر لے گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُسے لے کر وہاں رکھ دیا جہاں اَب ہے۔ حضرات صحابہ کے سامنے اس کی جگہ بدلی، کسی نے کوئی نکیر نہیں کی اور ساری اُمت نے اس کا اس جگہ ہونا تسلیم کر لیا جہاں حضرت عمرؓ نے رکھ دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلفاء راشدین میں سے ہیں جن کے طریقے پر چلنے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے۔ (علیکم

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ :

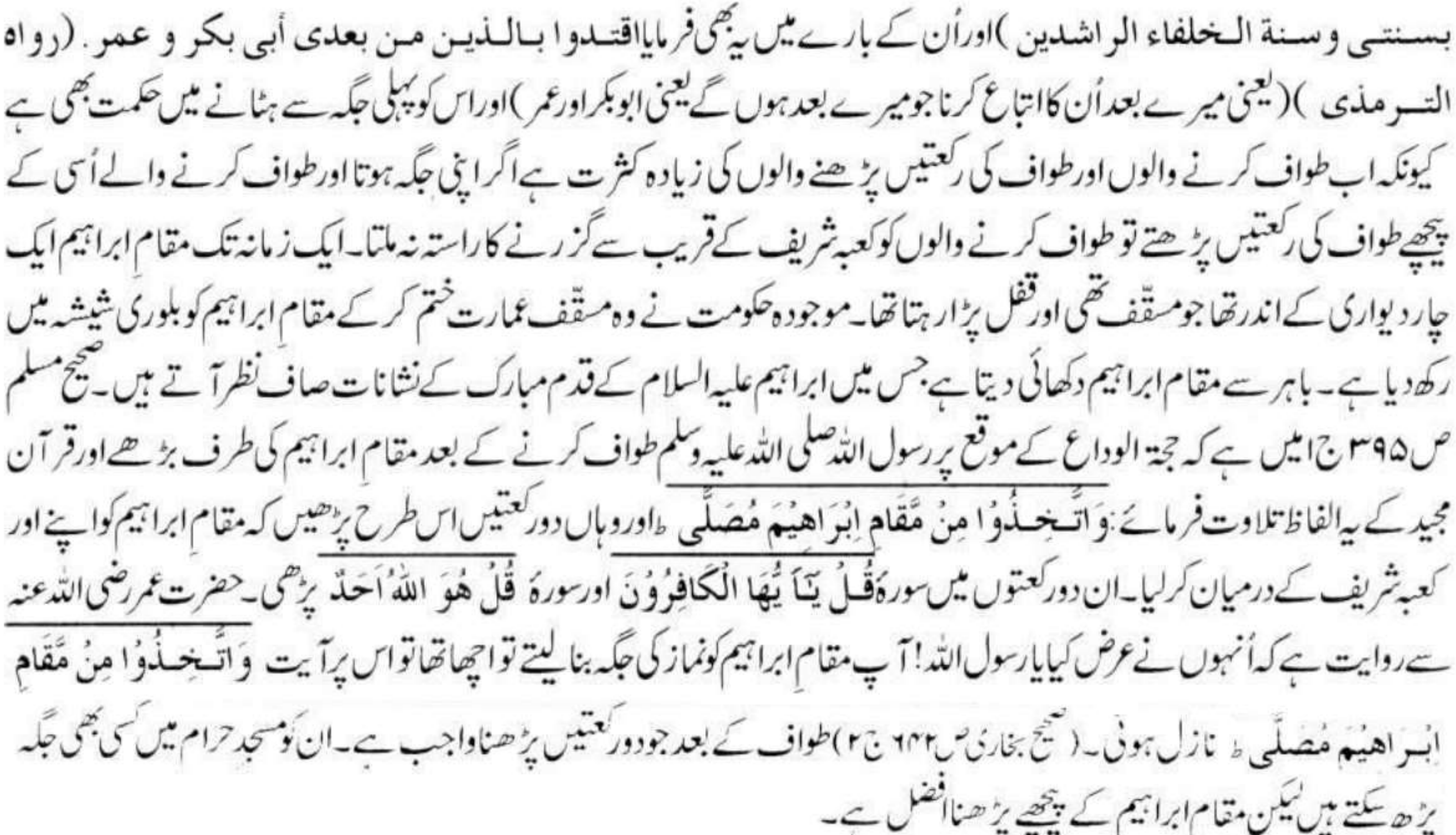

بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين)اوراُن کے بارے میں یہ بھی فرمایااقتدوا بالذين من بعدی أبي بكر و عمر. (رواه الترمذی)(یعنی میرے بعداُن کااتباع کرنا جومیرے بعد ہوں گے یعنی ابوبکراورعمر)اوراس کوپہلی جگہ سے ہٹانے میں حکمت بھی ہے کیونکہ اب طواف کرنے والوں اورطواف کی رکعتیں پڑھنے والوں کی زیادہ کثرت ہے اگراپنی جگہ ہوتا اورطواف کرنے والے اُسی کے پیچھے طواف کی رکعتیں پڑھتے تو طواف کرنے والوں کوکعبہ شریف کے قریب سے گزرنے کا راستہ نہ ملتا۔ ایک زمانہ تک مقامِ ابراہیم ایک چاردیواری کے اندرتھا جومسقّف تھی اورقفل پڑارہتا تھا۔ موجودہ حکومت نے وہ مسقّف عمارت ختم کرکے مقامِ ابراہیم کوبلوری شیشہ میں رکھ دیا ہے۔ باہر سے مقام ابراہیم دکھائی دیتا ہے جس میں ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کے نشانات صاف نظرآتے ہیں۔ صحیح مسلم ص ۳۹۵ ج ۱ میں ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف کرنے کے بعد مقام ابراہیم کی طرف بڑھے اورقرآن مجید کے یہ الفاظ تلاوت فرمائے: وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى ط اوروہاں دورکعتیں اس طرح پڑھیں کہ مقامِ ابراہیم کواپنے اور کعبہ شریف کے درمیان کرلیا۔ ان دورکعتوں میں سورۂ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ اورسورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھی۔ حضرت عمررضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ مقامِ ابراہیم کونماز کی جگہ بنالیتے تو اچھا تھا تو اس پرآیت وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى ط نازل ہوئی۔ (صحیح بخاری ص ۶۴۲ ج ۲)طواف کے بعد جودورکعتیں پڑھنا واجب ہے۔ ان کومسجد حرام میں کسی بھی جگہ پڑھ سکتے ہیں لیکن مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھنا افضل ہے۔

علّامہ غلام رسول سعیدیؒ (تبیان القرآن میں) فرماتے ہیں کہ :

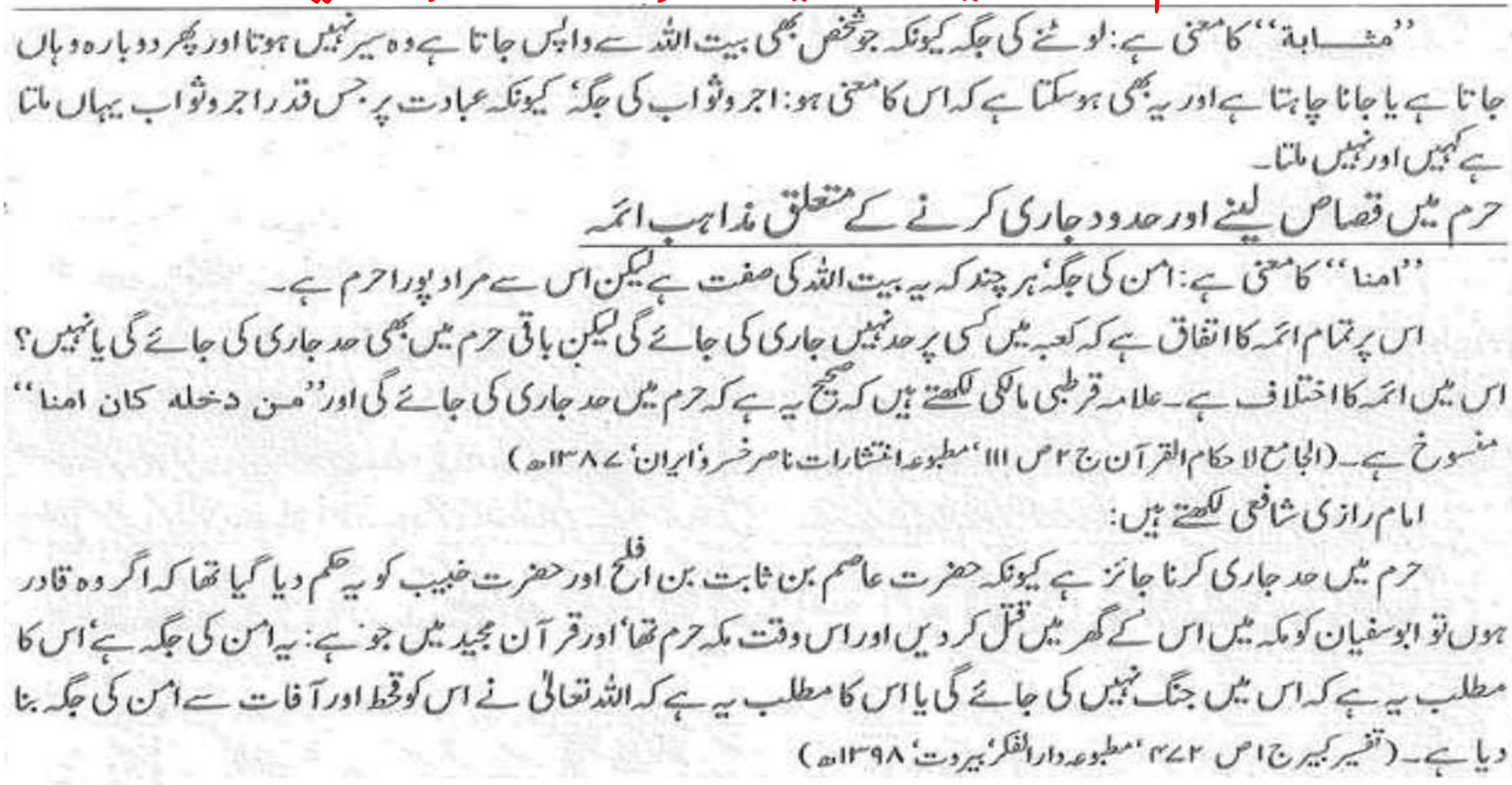

"مثابة" کا معنی ہے: لوٹنے کی جگہ کیونکہ جو شخص بھی بیت اللہ سے واپس جاتا ہے وہ سیر نہیں ہوتا اور پھر دوبارہ وہاں جاتا ہے یا جانا چاہتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی ہو: اجر و ثواب کی جگہ' کیونکہ عبادت پر جس قدر اجر و ثواب یہاں ملتا ہے کہیں اور نہیں ملتا۔

حرم میں قصاص لینے اور حدود جاری کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

"امنا" کا معنی ہے: امن کی جگہ' ہر چند کہ یہ بیت اللہ کی صفت ہے لیکن اس سے مراد پورا حرم ہے۔

اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ کعبہ میں کسی پر حد نہیں جاری کی جائے گی لیکن باقی حرم میں بھی حد جاری کی جائے گی یا نہیں؟ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ حرم میں حد جاری کی جائے گی اور "من دخلہ کان امنا" منسوخ ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۱۱' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

امام رازی شافعی لکھتے ہیں:

حرم میں حد جاری کرنا جائز ہے کیونکہ حضرت عاصم بن ثابت بن افلح اور حضرت خبیب کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اگر وہ قادر ہوں تو ابو سفیان کو مکہ میں اس کے گھر میں قتل کر دیں اور اس وقت مکہ حرم تھا' اور قرآن مجید میں جو ہے: یہ امن کی جگہ ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں جنگ نہیں کی جائے گی یا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو قحط اور آفات سے امن کی جگہ بنا دیا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۴۷۲' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

علّامہ غلام رسول سعیدیؒ (تبیان القرآن میں) فرماتے ہیں کہ:

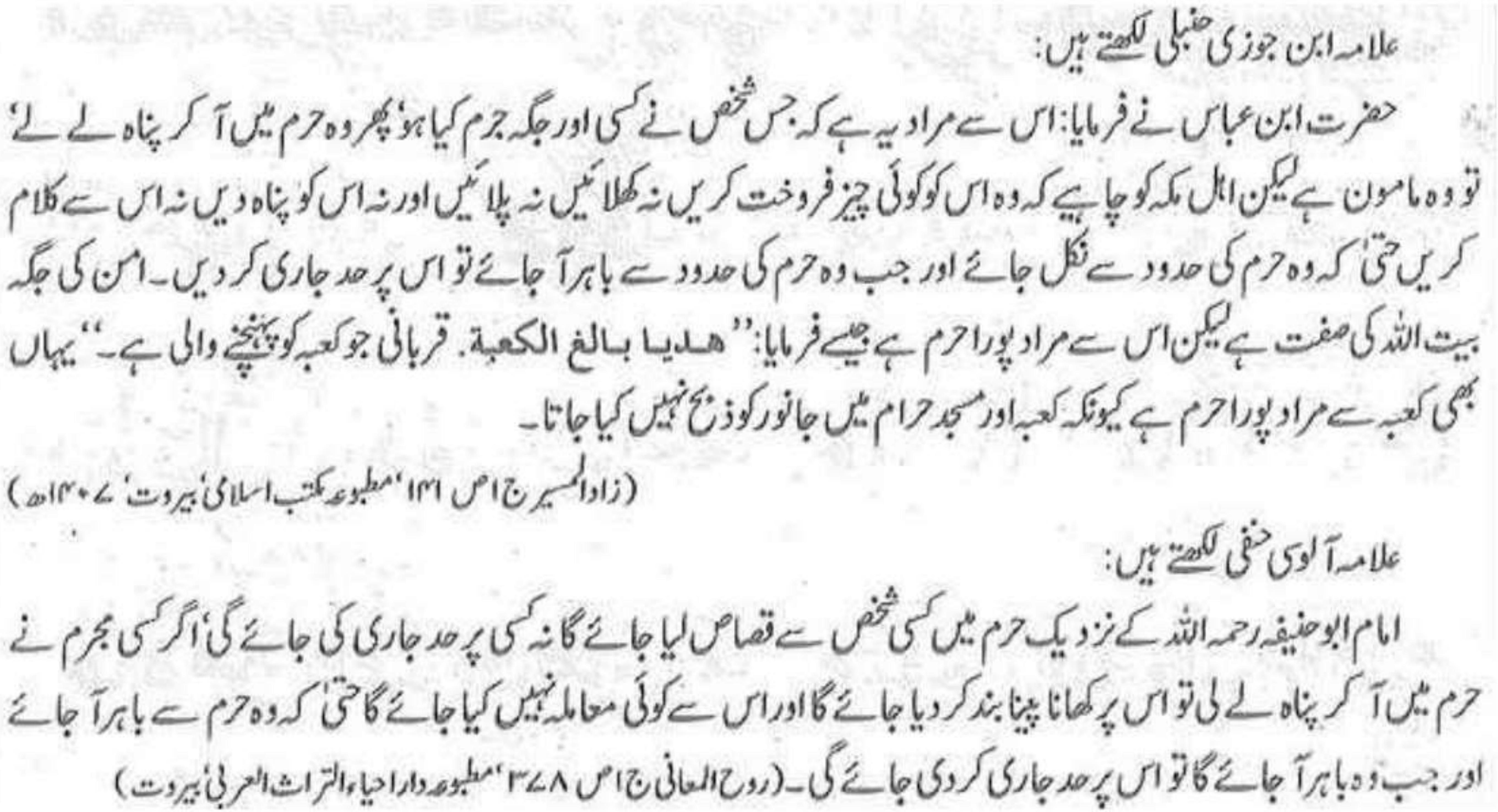

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ جس شخص نے کسی اور جگہ جرم کیا ہو، پھر وہ حرم میں آ کر پناہ لے لے، تو وہ مامون ہے لیکن اہل مکہ کو چاہیے کہ وہ اس کو کوئی چیز فروخت کریں نہ کھلائیں نہ پلائیں اور نہ اس کو پناہ دیں نہ اس سے کلام کریں حتیٰ کہ وہ حرم کی حدود سے نکل جائے اور جب وہ حرم کی حدود سے باہر آ جائے تو اس پر حد جاری کر دیں۔ امن کی جگہ بیت اللہ کی صفت ہے لیکن اس سے مراد پورا حرم ہے جیسے فرمایا: ”هديا بالغ الكعبة. قربانی جو کعبہ کو پہنچنے والی ہے۔“ یہاں بھی کعبہ سے مراد پورا حرم ہے کیونکہ کعبہ اور مسجد حرام میں جانور کو ذبح نہیں کیا جاتا۔

(زاد المسیر ج ۱ ص ۱۴۱، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۴۰۷ھ)

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حرم میں کسی شخص سے قصاص لیا جائے گا نہ کسی پر حد جاری کی جائے گی، اگر کسی مجرم نے حرم میں آ کر پناہ لے لی تو اس پر کھانا پینا بند کر دیا جائے گا اور اس سے کوئی معاملہ نہیں کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ حرم سے باہر آ جائے اور جب وہ باہر آ جائے گا تو اس پر حد جاری کر دی جائے گی۔ (روح المعانی ج ۱ ص ۳۷۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علّامہ غلام رسول سعیدیؒ (تبیان القرآن میں) فرماتے ہیں کہ :

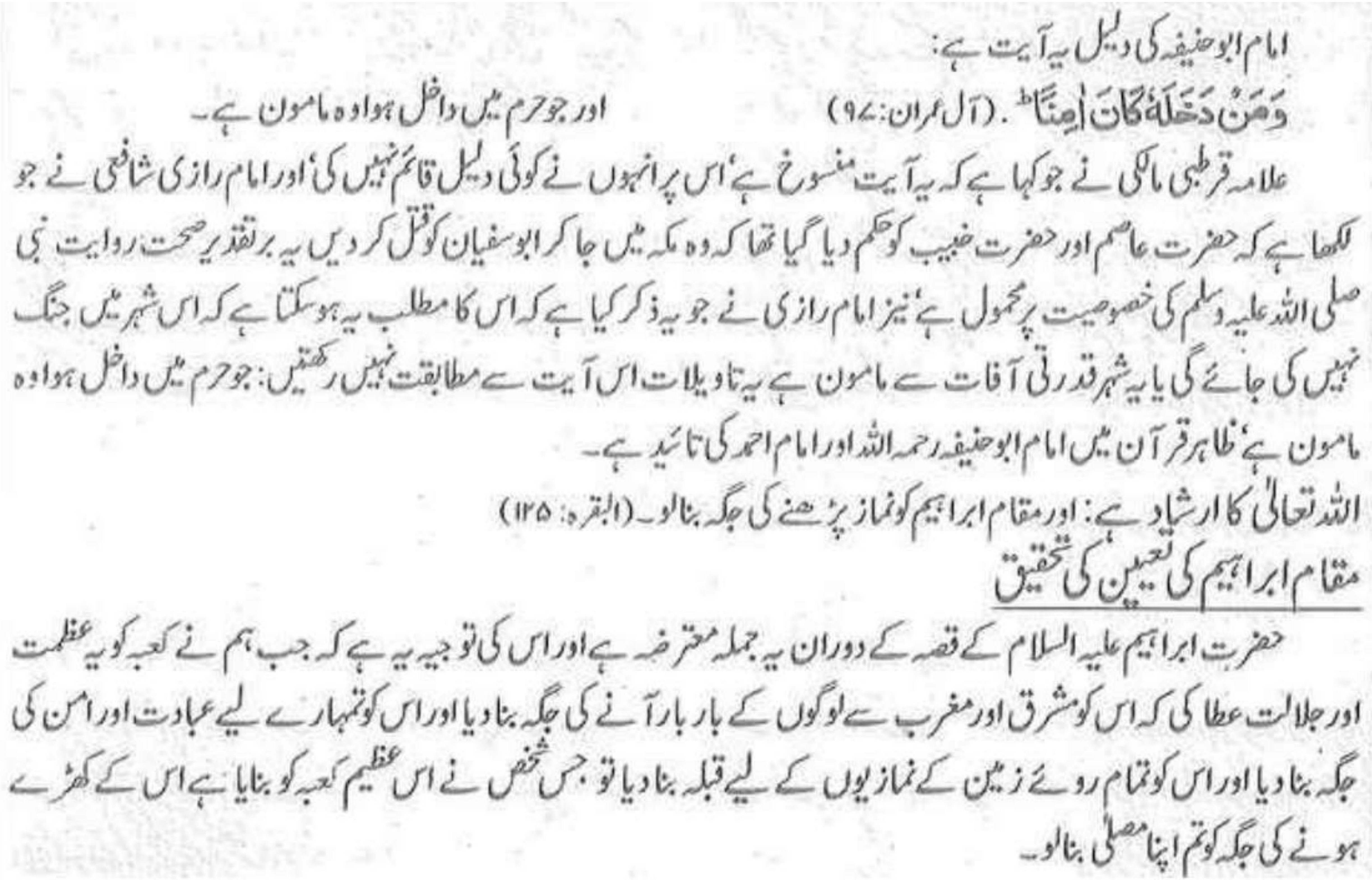

امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ آیت ہے:

وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ . (آل عمران: ۹۷) اور جو حرم میں داخل ہوا وہ مامون ہے۔

علامہ قرطبی مالکی نے جو کہا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے' اس پر انہوں نے کوئی دلیل قائم نہیں کی' اور امام رازی شافعی نے جو لکھا ہے کہ حضرت عاصم اور حضرت خبیب کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ مکہ میں جا کر ابوسفیان کو قتل کر دیں یہ بر تقدیر صحت روایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت پر محمول ہے' نیز امام رازی نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اس شہر میں جنگ نہیں کی جائے گی یا یہ شہر قدرتی آفات سے مامون ہے یہ تاویلات اس آیت سے مطابقت نہیں رکھتیں: جو حرم میں داخل ہوا وہ مامون ہے' ظاہر قرآن میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام احمد کی تائید ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو۔ (البقرہ: ۱۲۵)

مقام ابراہیم کی تعیین کی تحقیق

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کے دوران یہ جملہ معترضہ ہے اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ جب ہم نے کعبہ کو یہ عظمت اور جلالت عطا کی کہ اس کو مشرق اور مغرب سے لوگوں کے بار بار آنے کی جگہ بنا دیا اور اس کو تمہارے لیے عبادت اور امن کی جگہ بنا دیا اور اس کو تمام روئے زمین کے نمازیوں کے لیے قبلہ بنا دیا تو جس شخص نے اس عظیم کعبہ کو بنایا ہے اس کے کھڑے ہونے کی جگہ کو تم اپنا مصلّٰی بنالو۔

اللہ تبارک تعالیٰ فرماتے ہیں

وَ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰہٖمُ رَبِّ اجۡعَلۡ ہٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارۡزُقۡ اَہۡلَہٗ مِنَ
الثَّمَرٰتِ مَنۡ اٰمَنَ مِنۡہُمۡ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ قَالَ وَ مَنۡ کَفَرَ
فَاُمَتِّعُہٗ قَلِیۡلًا ثُمَّ اَضۡطَرُّہٗۤ اِلٰی عَذَابِ النَّارِ ؕ وَ بِئۡسَ الۡمَصِیۡرُ ﴿۱۲۶﴾

شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ (تفسیر عثمانی میں) فرماتے ہیں کہ :

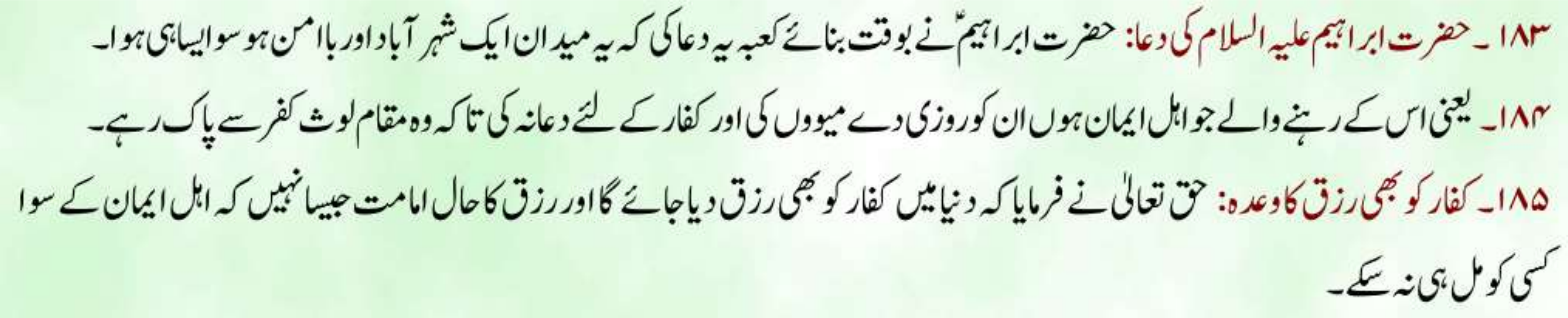

۱۸۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا: حضرت ابراہیمؑ نے بوقت بنائے کعبہ یہ دعا کی کہ یہ میدان ایک شہر آباد اور باامن ہو سو ایسا ہی ہوا۔

۱۸۴۔ یعنی اس کے رہنے والے جو اہل ایمان ہوں ان کو روزی دے میووں کی اور کفار کے لئے دعا نہ کی تا کہ وہ مقام لوث کفر سے پاک رہے۔

۱۸۵۔ کفار کو بھی رزق کا وعدہ: حق تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا میں کفار کو بھی رزق دیا جائے گا اور رزق کا حال امامت جیسا نہیں کہ اہل ایمان کے سوا کسی کو مل ہی نہ سکے۔

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ:

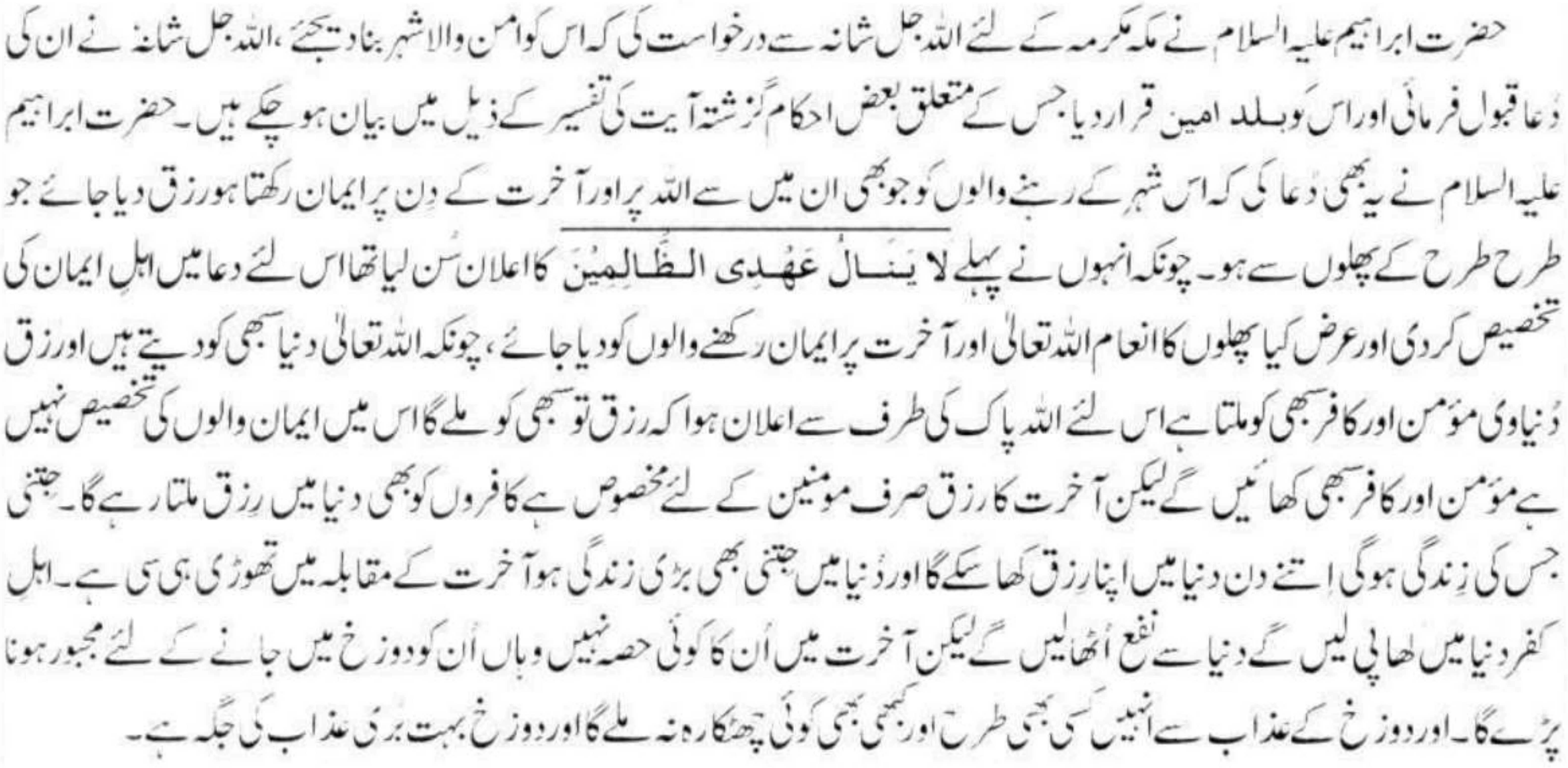

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کے لئے اللہ جل شانہ سے درخواست کی کہ اس کو امن والا شہر بنا دیجئے، اللہ جل شانہ نے ان کی دُعا قبول فرمائی اور اس کو بلد امین قرار دیا جس کے متعلق بعض احکام گزشتہ آیت کی تفسیر کے ذیل میں بیان ہو چکے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ بھی دُعا کی کہ اس شہر کے رہنے والوں کو جو بھی ان میں سے اللہ پر اور آخرت کے دِن پر ایمان رکھتا ہو رزق دیا جائے جو طرح طرح کے پھلوں سے ہو۔ چونکہ انہوں نے پہلے لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ کا اعلان سُن لیا تھا اس لئے دعا میں اہلِ ایمان کی تخصیص کر دی اور عرض کیا پھلوں کا انعام اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھنے والوں کو دیا جائے، چونکہ اللہ تعالیٰ دنیا سبھی کو دیتے ہیں اور رزق دُنیاوی مؤمن اور کافر سبھی کو ملتا ہے اس لئے اللہ پاک کی طرف سے اعلان ہوا کہ رزق تو سبھی کو ملے گا اس میں ایمان والوں کی تخصیص نہیں ہے مؤمن اور کافر سبھی کھائیں گے لیکن آخرت کا رزق صرف مومنین کے لئے مخصوص ہے کافروں کو بھی دنیا میں رِزق ملتا رہے گا۔ جتنی جس کی زِندگی ہوگی اِتنے دن دنیا میں اپنا رزق کھا سکے گا اور دُنیا میں جتنی بھی بڑی زندگی ہو آخرت کے مقابلہ میں تھوڑی ہی سی ہے۔ اہلِ کفر دنیا میں لھا پی لیں گے دنیا سے نفع اُٹھا لیں گے لیکن آخرت میں اُن کا کوئی حصہ نہیں وہاں اُن کو دوزخ میں جانے کے لئے مجبور ہونا پڑے گا۔ اور دوزخ کے عذاب سے انہیں کسی بھی طرح اور کبھی بھی کوئی چھٹکارہ نہ ملے گا اور دوزخ بہت بری عذاب کی جگہ ہے۔

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ :

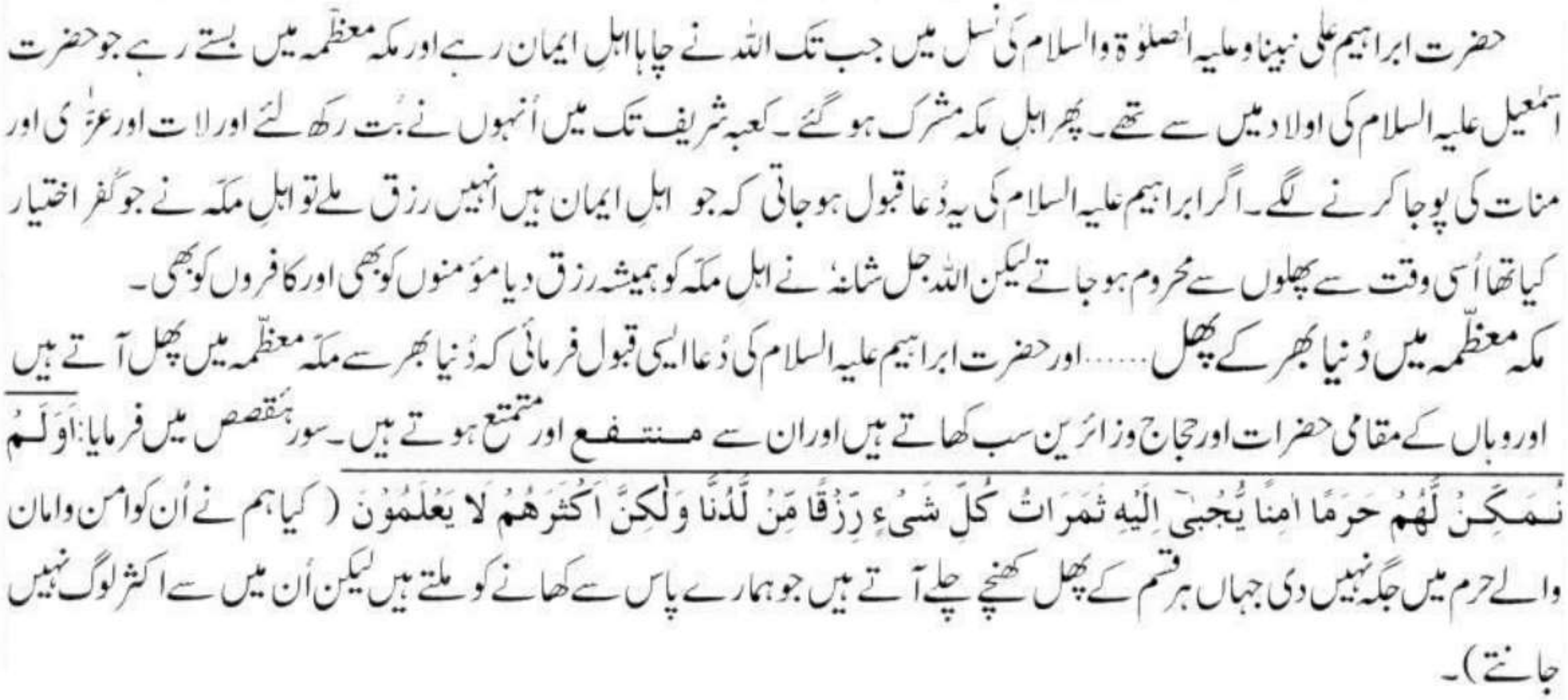

حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل میں جب تک اللہ نے چاہا اہلِ ایمان رہے اور مکہ معظمہ میں بستے رہے جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ پھر اہل مکہ مشرک ہو گئے۔ کعبہ شریف تک میں اُنہوں نے بُت رکھ لئے اور لات اور عزّیٰ اور منات کی پوجا کرنے لگے۔ اگر ابراہیم علیہ السلام کی یہ دُعا قبول ہو جاتی کہ جو اہلِ ایمان ہیں انہیں رزق ملے تو اہلِ مکہ نے جو کُفر اختیار کیا تھا اُسی وقت سے پھلوں سے محروم ہو جاتے لیکن اللہ جل شانہٗ نے اہل مکہ کو ہمیشہ رزق دیا مؤمنوں کو بھی اور کافروں کو بھی۔

مکہ معظمہ میں دُنیا بھر کے پھل ...... اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا ایسی قبول فرمائی کہ دُنیا بھر سے مکہ معظمہ میں پھل آتے ہیں اور وہاں کے مقامی حضرات اور حجاج وزائرین سب کھاتے ہیں اور ان سے منتفع اور متمتع ہوتے ہیں۔ سورۂ قصص میں فرمایا: اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰىٓ اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (کیا ہم نے اُن کو امن وامان والے حرم میں جگہ نہیں دی جہاں ہر قسم کے پھل کھنچے چلے آتے ہیں جو ہمارے پاس سے کھانے کو ملتے ہیں لیکن اُن میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے)۔

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ :

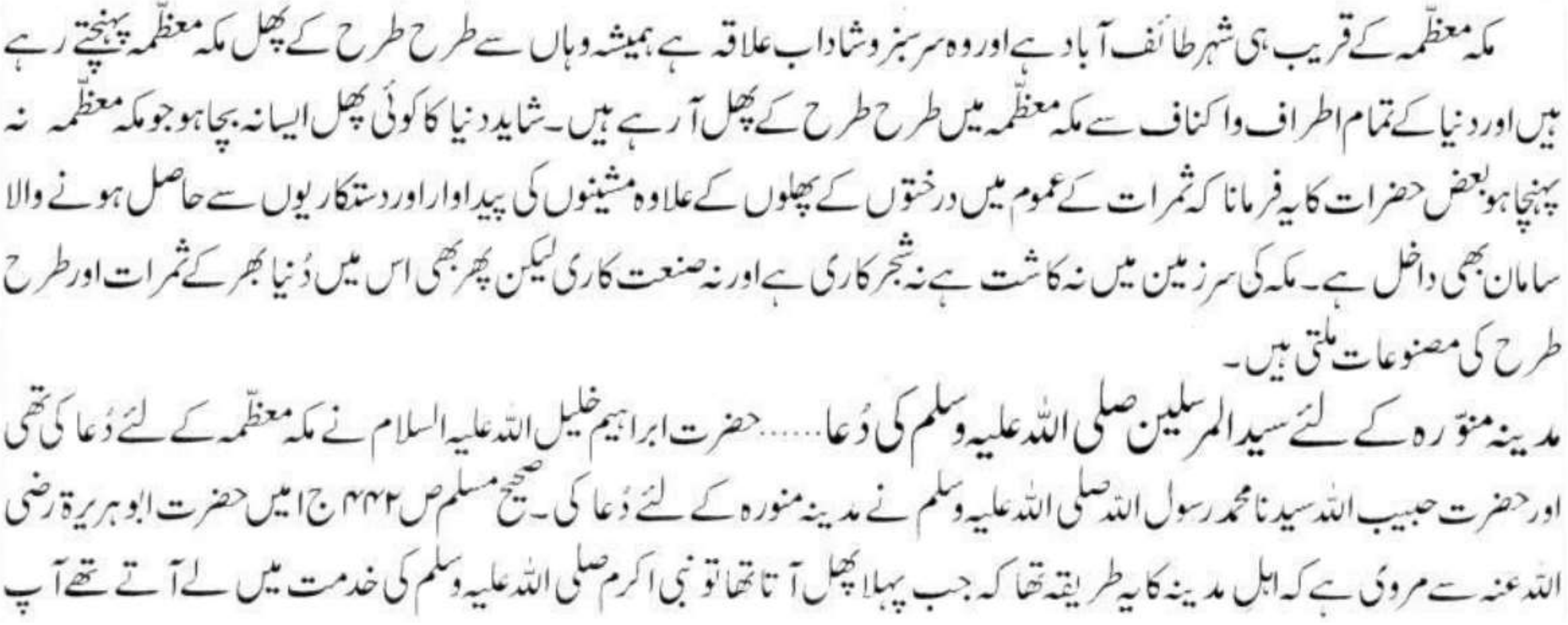

مکہ معظّمہ کے قریب ہی شہر طائف آباد ہے اور وہ سرسبز وشاداب علاقہ ہے ہمیشہ وہاں سے طرح طرح کے پھل مکہ معظّمہ پہنچتے رہے ہیں اور دنیا کے تمام اطراف واکناف سے مکہ معظّمہ میں طرح طرح کے پھل آرہے ہیں۔ شاید دنیا کا کوئی پھل ایسا نہ بچا ہو جو مکہ معظّمہ نہ پہنچا ہو بعض حضرات کا یہ فرمانا کہ ثمرات کے عموم میں درختوں کے پھلوں کے علاوہ مشینوں کی پیداوار اور دستکاریوں سے حاصل ہونے والا سامان بھی داخل ہے۔ مکہ کی سرزمین میں نہ کاشت ہے نہ شجر کاری ہے اور نہ صنعت کاری لیکن پھر بھی اس میں دُنیا بھر کے ثمرات اور طرح طرح کی مصنوعات ملتی ہیں۔

مدینہ منوّرہ کے لئے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا...... حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے مکہ معظّمہ کے لئے دُعا کی تھی اور حضرت حبیب اللہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے لئے دُعا کی۔ صحیح مسلم ص۴۴۲ ج ۱ میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اہل مدینہ کا یہ طریقہ تھا کہ جب پہلا پھل آتا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آتے تھے آپ

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ:

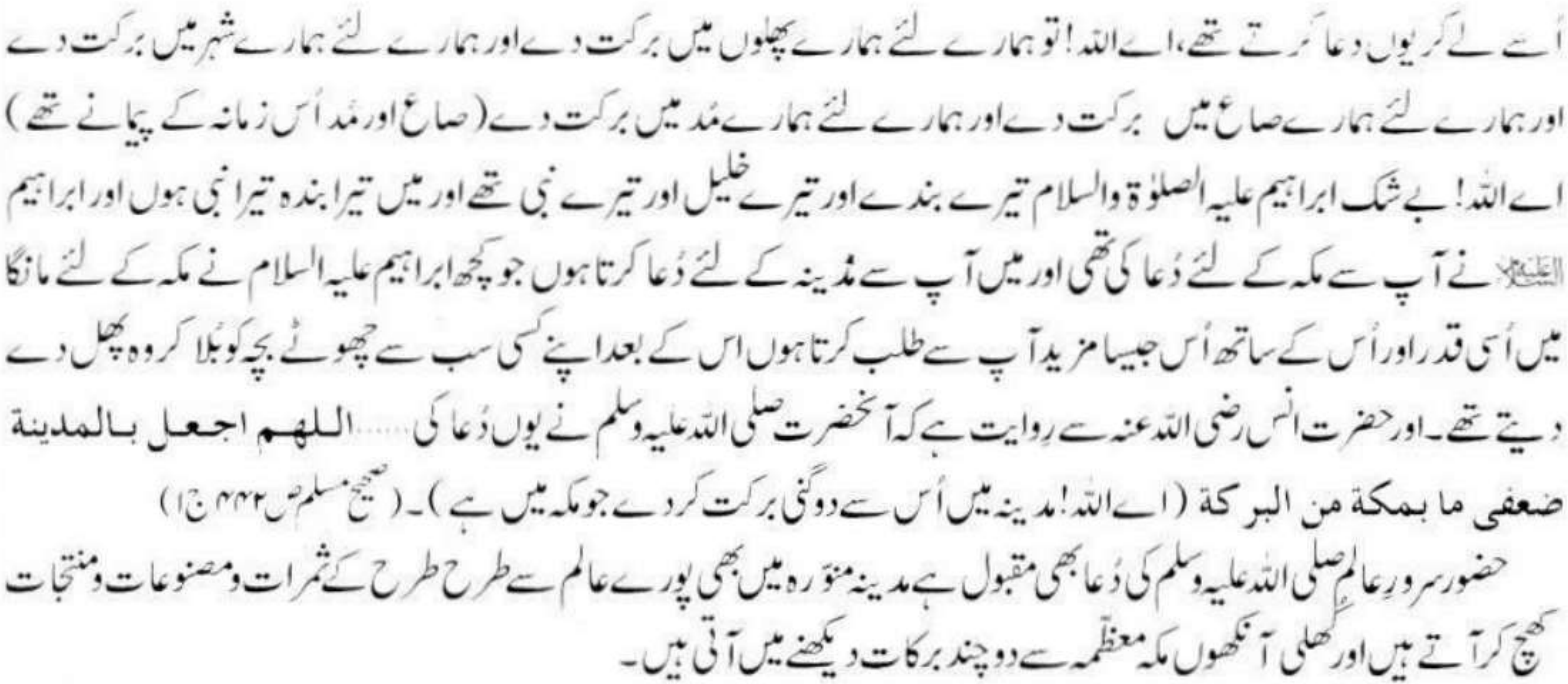

اُسے لے کر یوں دعا کرتے تھے، اے اللہ! تو ہمارے لئے ہمارے پھلوں میں برکت دے اور ہمارے لئے ہمارے شہر میں برکت دے اور ہمارے لئے ہمارے صاع میں برکت دے اور ہمارے لئے ہمارے مُد میں برکت دے (صاع اور مُد اُس زمانہ کے پیمانے تھے) اے اللہ! بے شک ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تیرے بندے اور تیرے خلیل اور تیرے نبی تھے اور میں تیرا بندہ تیرا نبی ہوں اور ابراہیم علیہ السلام نے آپ سے مکہ کے لئے دُعا کی تھی اور میں آپ سے مدینہ کے لئے دُعا کرتا ہوں جو کچھ ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لئے مانگا میں اُسی قدر اور اُس کے ساتھ اُس جیسا مزید آپ سے طلب کرتا ہوں اس کے بعد اپنے کسی سب سے چھوٹے بچہ کو بُلا کر وہ پھل دے دیتے تھے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دُعا کی...... اللھم اجعل بالمدینۃ ضعفی ما بمکۃ من البرکۃ (اے اللہ! مدینہ میں اُس سے دوگنی برکت کر دے جو مکہ میں ہے)۔ (صحیح مسلم ص ۴۴۲ ج ۱)

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا بھی مقبول ہے مدینہ منورہ میں بھی پورے عالم سے طرح طرح کے ثمرات و مصنوعات و منتجات کھچ کر آتے ہیں اور کُھلی آنکھوں مکہ معظمہ سے دوچند برکات دیکھنے میں آتی ہیں۔

علّامہ غلام رسول سعیدیؒ (تبیان القرآن میں) فرماتے ہیں کہ :

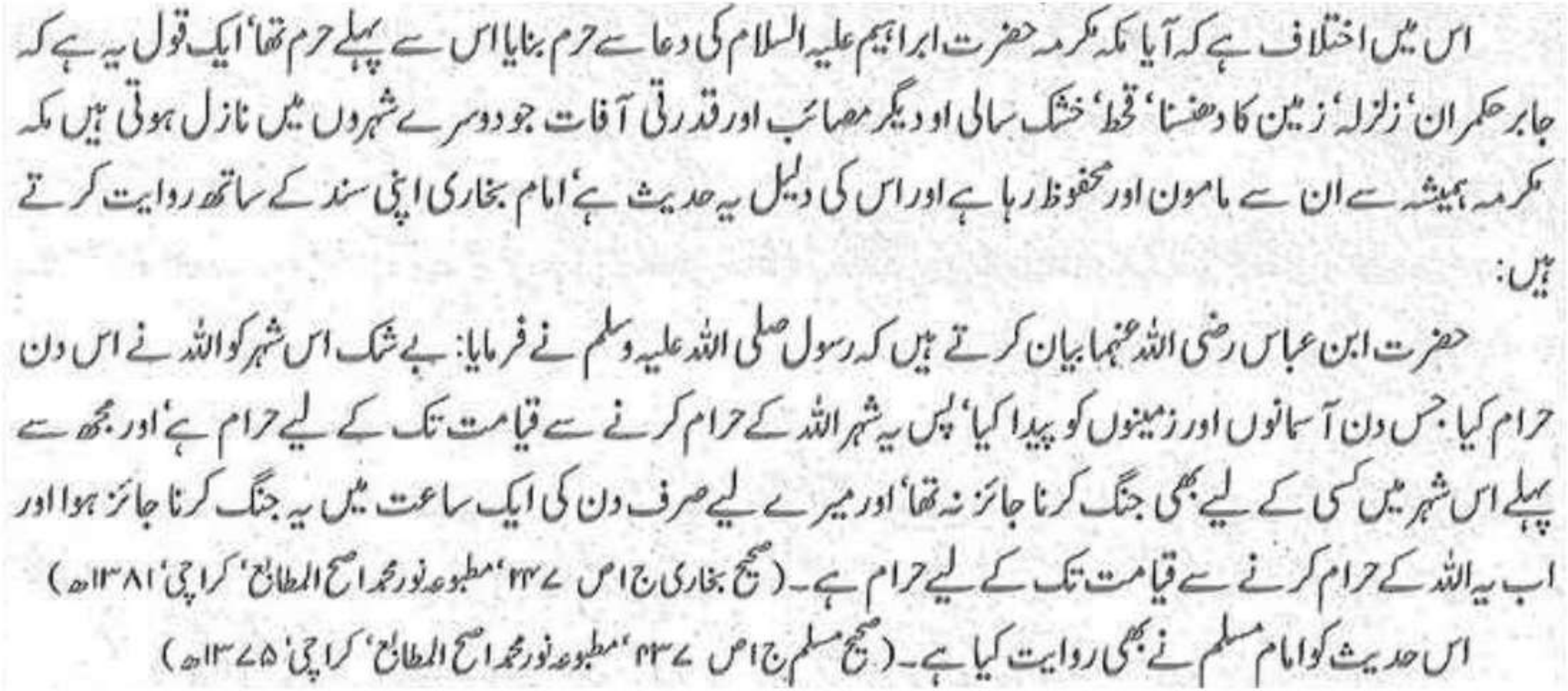

اس میں اختلاف ہے کہ آیا مکہ مکرمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے حرم بنایا اس سے پہلے حرم تھا' ایک قول یہ ہے کہ جابر حکمران' زلزلہ' زمین کا دھنسنا' قحط' خشک سالی او دیگر مصائب اور قدرتی آفات جو دوسرے شہروں میں نازل ہوتی ہیں مکہ مکرمہ ہمیشہ سے ان سے مامون اور محفوظ رہا ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے' امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اس شہر کو اللہ نے اس دن حرام کیا جس دن آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا' پس یہ شہر اللہ کے حرام کرنے سے قیامت تک کے لیے حرام ہے' اور مجھ سے پہلے اس شہر میں کسی کے لیے بھی جنگ کرنا جائز نہ تھا' اور میرے لیے صرف دن کی ایک ساعت میں یہ جنگ کرنا جائز ہوا اور اب یہ اللہ کے حرام کرنے سے قیامت تک کے لیے حرام ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۴۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

علّامہ غلام رسول سعیدیؒ (تبیان القرآن میں) فرماتے ہیں کہ :

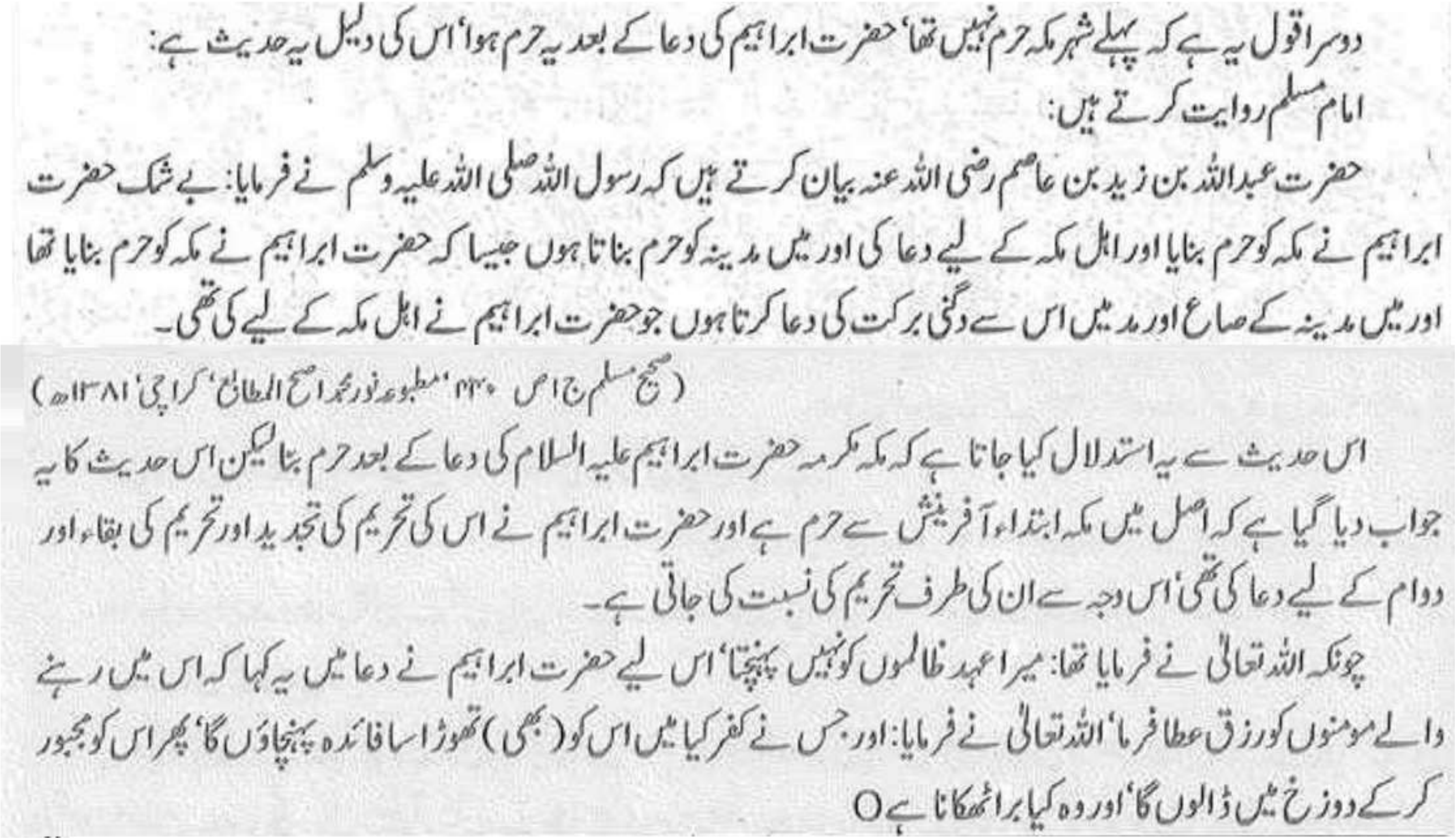

دوسرا قول یہ ہے کہ پہلے شہر مکہ حرم نہیں تھا' حضرت ابراہیم کی دعا کے بعد یہ حرم ہوا' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور اہل مکہ کے لیے دعا کی اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں جیسا کہ حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا تھا اور میں مدینہ کے صاع اور مد میں اس سے دگنی برکت کی دعا کرتا ہوں جو حضرت ابراہیم نے اہل مکہ کے لیے کی تھی۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۴۰ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ مکہ مکرمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے بعد حرم بنا لیکن اس حدیث کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اصل میں مکہ ابتداء آفرینش سے حرم ہے اور حضرت ابراہیم نے اس کی تحریم کی تجدید اور تحریم کی بقاء اور دوام کے لیے دعا کی تھی' اس وجہ سے ان کی طرف تحریم کی نسبت کی جاتی ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا' اس لیے حضرت ابراہیم نے دعا میں یہ کہا کہ اس میں رہنے والے مومنوں کو رزق عطا فرما' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جس نے کفر کیا میں اس کو (بھی) تھوڑا سا فائدہ پہنچاؤں گا' پھر اس کو مجبور کرکے دوزخ میں ڈالوں گا' اور وہ کیا برا ٹھکانا ہے O

علّامہ سید محمود مدنی اشرفی جیلانیؒ (تفسیر اشرفی، سیّد التفاسیر میں) فرماتے ہیں کہ:

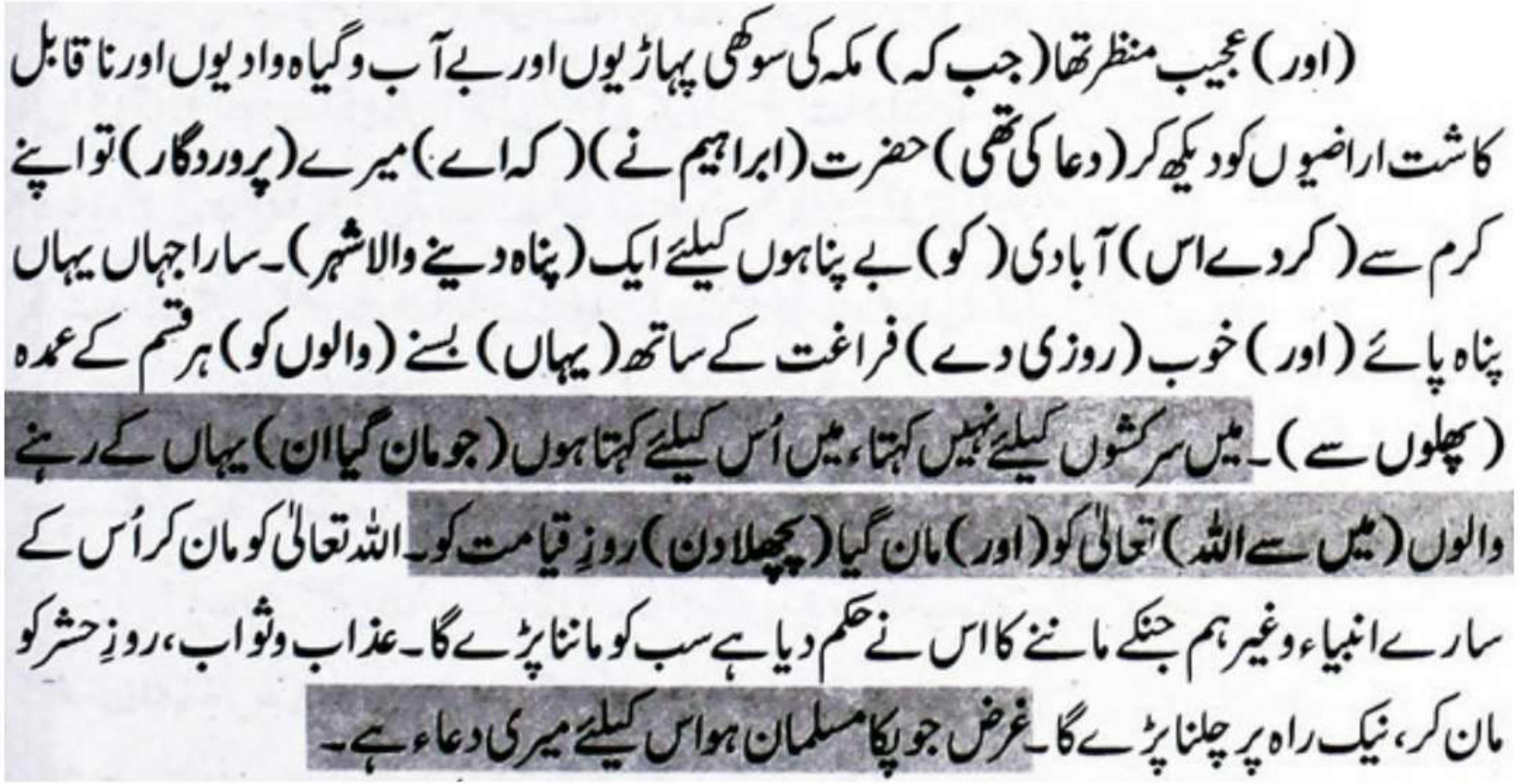

(اور) عجیب منظر تھا (جب کہ) مکہ کی سوکھی پہاڑیوں اور بے آب وگیاہ وادیوں اور نا قابل کاشت اراضیوں کو دیکھ کر (دعا کی تھی) حضرت (ابراہیم نے) (کہ اے) میرے (پروردگار) تو اپنے کرم سے (کردے اس) آبادی (کو) بے پناہوں کیلئے ایک (پناہ دینے والا شہر)۔ سارا جہاں یہاں پناہ پائے (اور) خوب (روزی دے) فراغت کے ساتھ (یہاں) بسنے (والوں کو) ہر قسم کے عمدہ (پھلوں سے)۔ میں سرکشوں کیلئے نہیں کہتا، میں اُس کیلئے کہتا ہوں (جو مان گیا ان) یہاں کے رہنے والوں (میں سے اللہ) تعالیٰ کو (اور) مان گیا (پچھلا دن) روزِ قیامت کو۔ اللہ تعالیٰ کو مان کر اُس کے سارے انبیاء وغیرہم جنکے ماننے کا اس نے حکم دیا ہے سب کو ماننا پڑے گا۔ عذاب وثواب، روزِ حشر کو مان کر، نیک راہ پر چلنا پڑے گا۔ غرض جو پکا مسلمان ہو اس کیلئے میری دعاء ہے۔

علّامہ سید محمود مدنی اشرفی جیلانیؒ (تفسیر اشرفی، سیّد التفاسیر میں) فرماتے ہیں کہ:

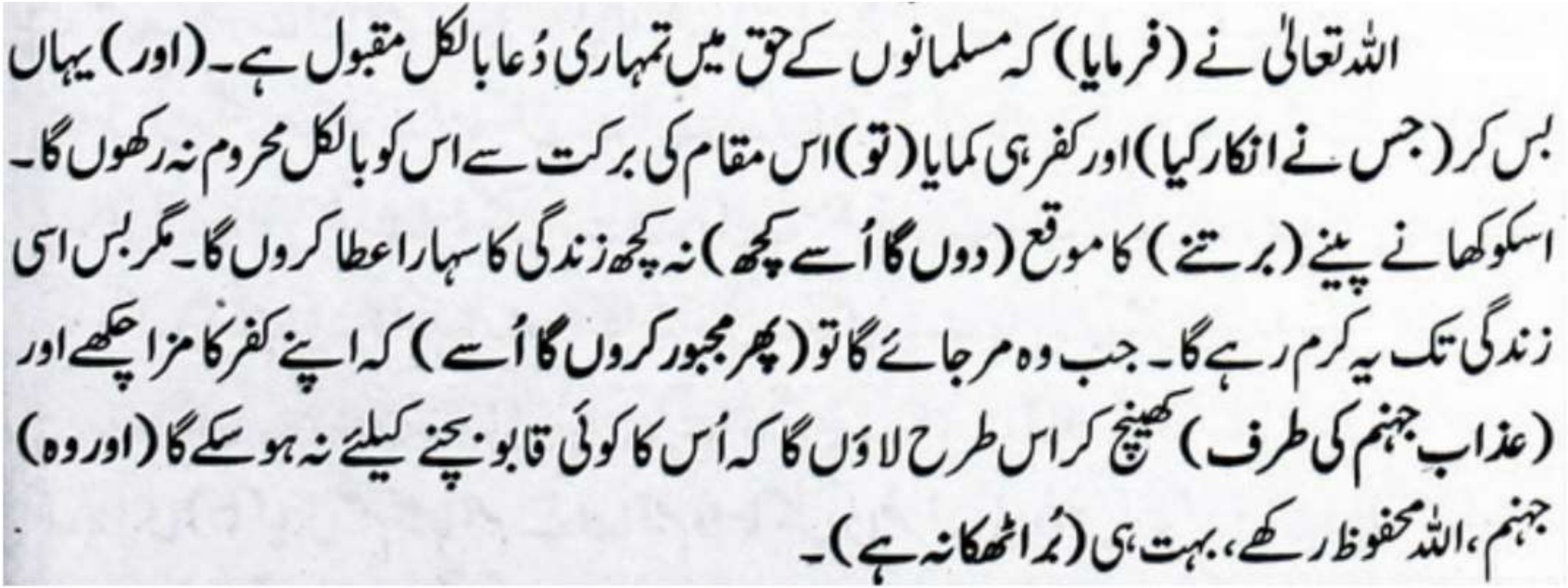

اللہ تعالیٰ نے (فرمایا) کہ مسلمانوں کے حق میں تمہاری دُعا بالکل مقبول ہے۔ (اور) یہاں بس کر (جس نے انکار کیا) اور کفر ہی کمایا (تو) اس مقام کی برکت سے اس کو بالکل محروم نہ رکھوں گا۔ اسکو کھانے پینے (برتنے) کا موقع (دوں گا اُسے کچھ) نہ کچھ زندگی کا سہارا عطا کروں گا۔ مگر بس اسی زندگی تک یہ کرم رہے گا۔ جب وہ مرجائے گا تو (پھر مجبور کروں گا اُسے) کہ اپنے کفر کا مزا چکھے اور (عذابِ جہنم کی طرف) کھینچ کر اس طرح لاؤں گا کہ اُس کا کوئی قابو بچنے کیلئے نہ ہو سکے گا (اور وہ) جہنم، اللہ محفوظ رکھے، بہت ہی (بُرا ٹھکانہ ہے)۔

اللہ تبارک تعالیٰ فرماتے ہیں

وَ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّاؕ اِنَّكَ
اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً
مُّسْلِمَةً لَّكَ۪ وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبْ عَلَيْنَاۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾

شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ (تفسیر عثمانی میں) فرماتے ہیں کہ :

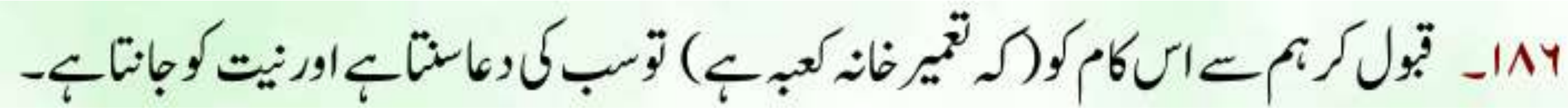

۱۸۶۔ قبول کر ہم سے اس کام کو (کہ تعمیر خانہ کعبہ ہے) تو سب کی دعا سنتا ہے اور نیت کو جانتا ہے۔

مفتی تقی عثمانی مدظلہ (آسان ترجمہ قرآن میں) فرماتے ہیں کہ:

(۸۳) بیت اللہ جسے کعبہ بھی کہتے ہیں درحقیقت حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے تعمیر چلا آتا ہے، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور میں وہ حوادثِ روزگار سے منہدم ہو چکا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسے ازسرِ نو انہی بنیادوں پر تعمیر کرنے کا حکم ہوا تھا جو پہلے سے موجود تھیں، اور اللہ تعالیٰ نے بذریعۂ وحی آپ کو بتادی تھیں۔ اسی لئے قرآنِ کریم نے یہاں یہ نہیں فرمایا کہ وہ بیت اللہ تعمیر کررہے تھے، بلکہ یہ فرمایا ہے کہ وہ اس کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے۔

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ :

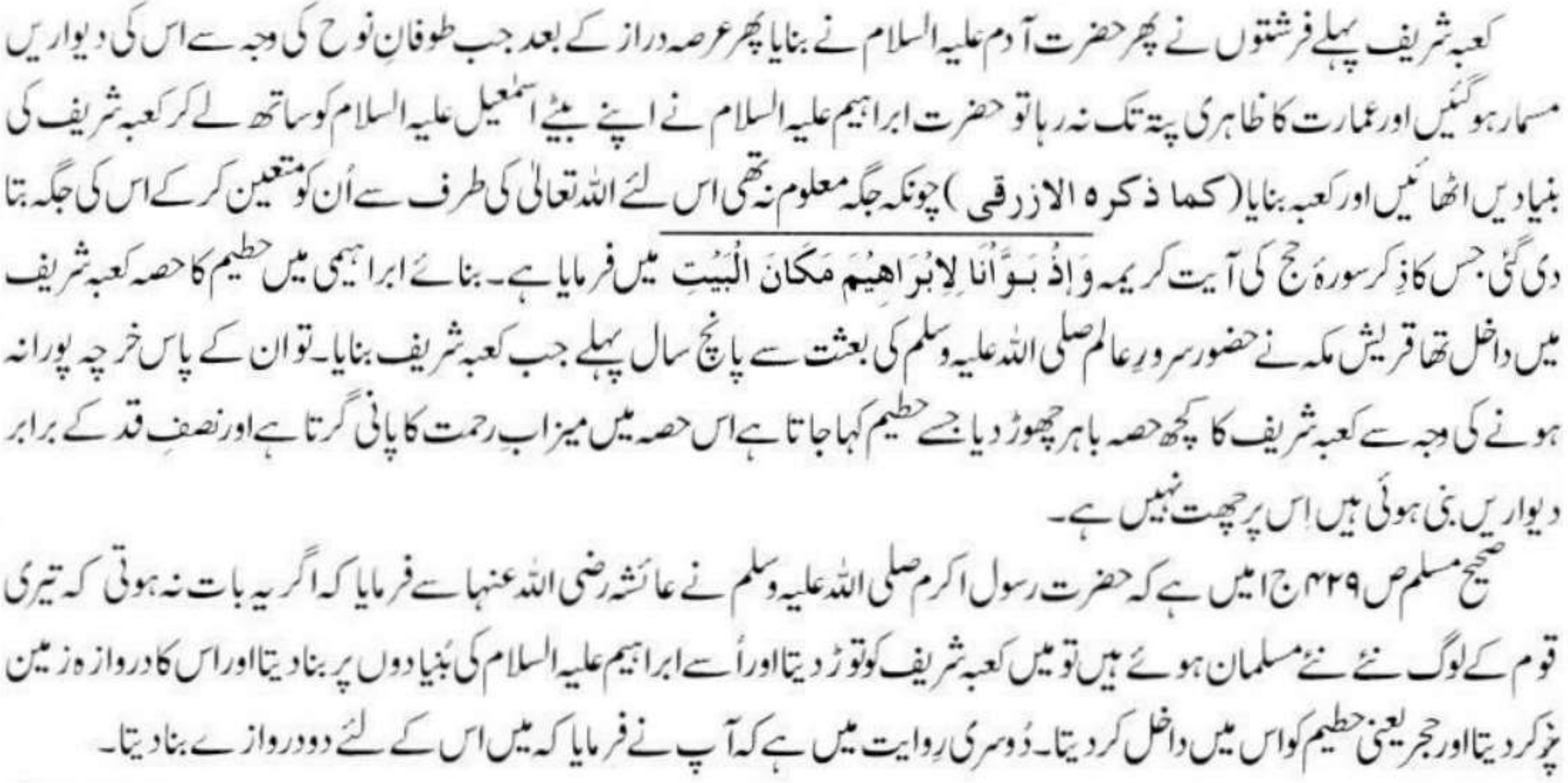

کعبہ شریف پہلے فرشتوں نے پھر حضرت آدم علیہ السلام نے بنایا پھر عرصہ دراز کے بعد جب طوفانِ نوح کی وجہ سے اس کی دیواریں مسمار ہوگئیں اور عمارت کا ظاہری پتہ تک نہ رہا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کو ساتھ لے کر کعبہ شریف کی بنیادیں اٹھائیں اور کعبہ بنایا (کما ذکرہ الازرقی) چونکہ جگہ معلوم نہ تھی اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کو متعین کر کے اس کی جگہ بتا دی گئی۔ جس کا ذِکر سورۂ حج کی آیت کریمہ وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرَاهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ میں فرمایا ہے۔ بنائے ابراہیمی میں حطیم کا حصہ کعبہ شریف میں داخل تھا قریش مکہ نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پانچ سال پہلے جب کعبہ شریف بنایا۔ تو ان کے پاس خرچہ پورا نہ ہونے کی وجہ سے کعبہ شریف کا کچھ حصہ باہر چھوڑ دیا جسے حطیم کہا جاتا ہے اس حصہ میں میزابِ رحمت کا پانی گرتا ہے اور نصفِ قد کے برابر دیواریں بنی ہوئی ہیں اِس پر چھت نہیں ہے۔

صحیح مسلم ص ۴۲۹ ج ۱ میں ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تیری قوم کے لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں تو میں کعبہ شریف کو توڑ دیتا اور اُسے ابراہیم علیہ السلام کی بُنیادوں پر بنا دیتا اور اس کا دروازہ زمین پر کر دیتا اور حجر یعنی حطیم کو اس میں داخل کر دیتا۔ دُوسری رِوایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں اس کے لئے دو دروازے بنا دیتا۔

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ:

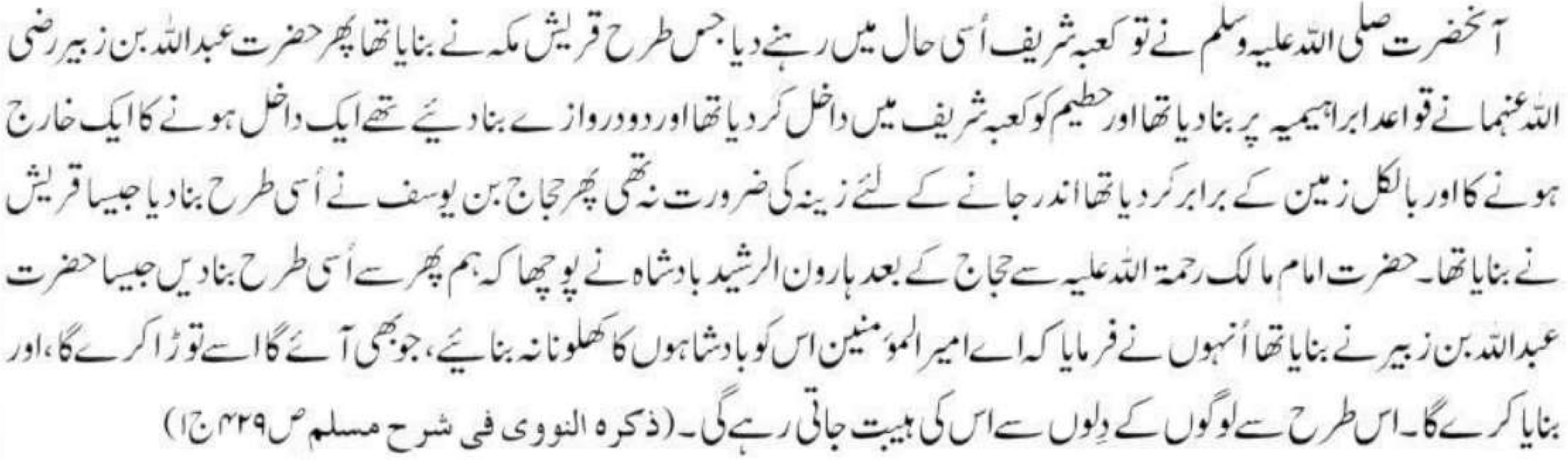

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کعبہ شریف اُسی حال میں رہنے دیا جس طرح قریش مکہ نے بنایا تھا پھر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے قواعد ابراہیمیہ پر بنا دیا تھا اور حطیم کو کعبہ شریف میں داخل کر دیا تھا اور دو دروازے بنا دیئے تھے ایک داخل ہونے کا ایک خارج ہونے کا اور بالکل زمین کے برابر کر دیا تھا اندر جانے کے لئے زینہ کی ضرورت نہ تھی پھر حجاج بن یوسف نے اُسی طرح بنا دیا جیسا قریش نے بنایا تھا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے حجاج کے بعد ہارون الرشید بادشاہ نے پوچھا کہ ہم پھر سے اُسی طرح بنا دیں جیسا حضرت عبداللہ بن زبیر نے بنایا تھا اُنہوں نے فرمایا کہ اے امیر المؤمنین اس کو بادشاہوں کا کھلونا نہ بنایئے، جو بھی آئے گا اسے توڑا کرے گا، اور بنایا کرے گا۔ اس طرح سے لوگوں کے دِلوں سے اس کی ہیبت جاتی رہے گی۔ (ذکرہ النووی فی شرح مسلم ص ۴۲۹ ج ۱)

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ:

صحیح بخاری ص ۴۷۶ ج ۱ میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام سے فرمایا کہ بے شک مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک کام کا حکم دیا ہے۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ آپ اپنے رب کے حُکم کی فرمانبرداری کیجئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا میری مدد کرنا، عرض کیا کہ میں آپ کی مدد کروں گا۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ یہاں ایک گھر بناؤں اور ایک اُونچے ٹیلے کی طرف اشارہ کیا اس کے بعد دونوں نے بیت اللہ کی بنیادیں اُٹھانا شروع کیں، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پتھر لاتے تھے اور حضرت ابراہیمؑ تعمیر کرتے جاتے تھے یہاں تک کہ جب دیواریں اُونچی ہوگئیں تو یہ پتھر (یعنی مقامِ ابراہیم) لے آئے جس پر کھڑے ہو کر تعمیر کرتے تھے۔ یہ پتھر زینہ کا کام دیتا تھا حضرت اسمٰعیلؑ ان کو پتھر دیتے تھے اور دونوں یہ دُعا کرتے جاتے تھے۔

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ:

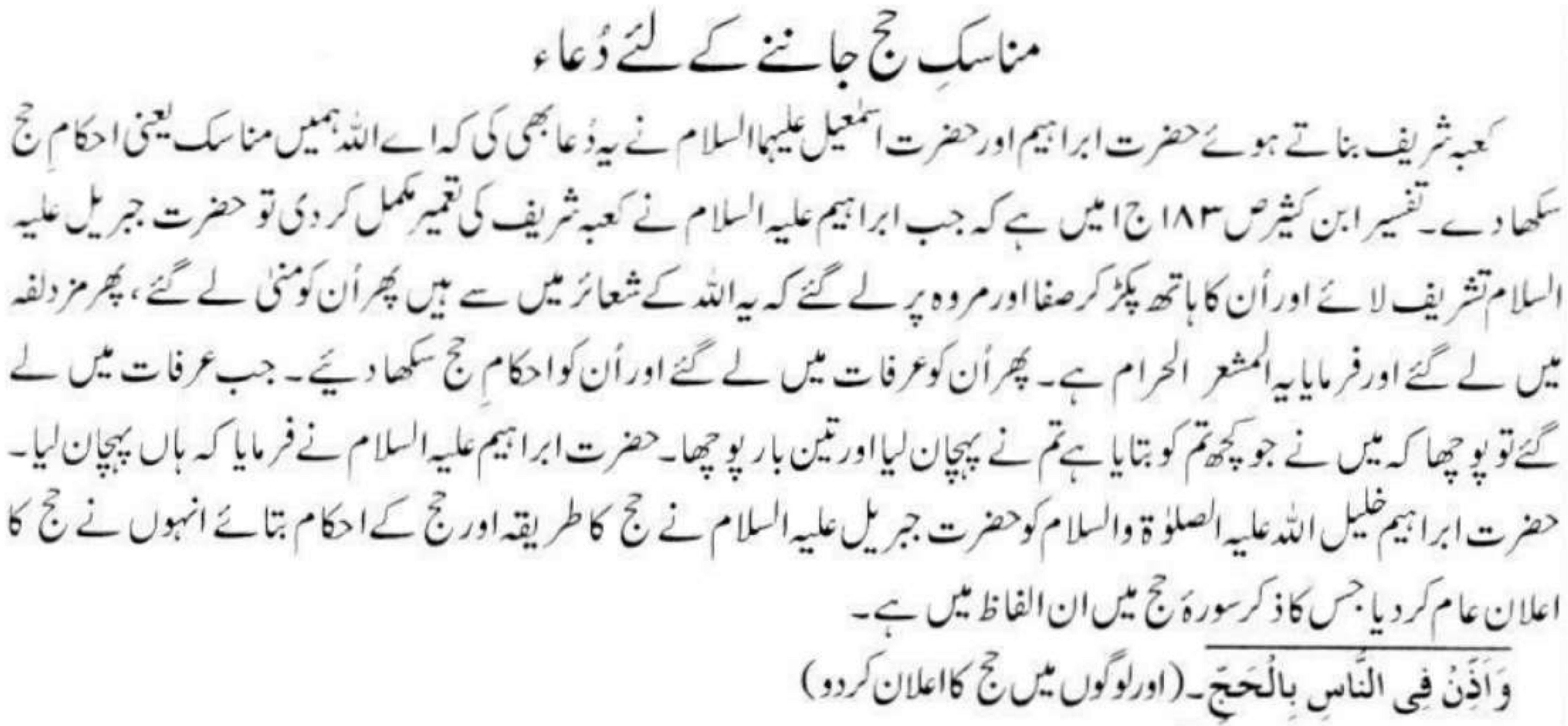

مناسکِ حج جاننے کے لئے دُعاء

کعبہ شریف بناتے ہوئے حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے یہ دُعا بھی کی کہ اے اللہ ہمیں مناسک یعنی احکامِ حج سکھا دے۔ تفسیر ابن کثیر ص ۱۸۳ ج ۱ میں ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ شریف کی تعمیر مکمل کر دی تو حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور اُن کا ہاتھ پکڑ کر صفا اور مروہ پر لے گئے کہ یہ اللہ کے شعائر میں سے ہیں پھر اُن کو منیٰ لے گئے، پھر مزدلفہ میں لے گئے اور فرمایا یہ المشعر الحرام ہے۔ پھر اُن کو عرفات میں لے گئے اور اُن کو احکامِ حج سکھا دیئے۔ جب عرفات میں لے گئے تو پوچھا کہ میں نے جو کچھ تم کو بتایا ہے تم نے پہچان لیا اور تین بار پوچھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں پہچان لیا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت جبریل علیہ السلام نے حج کا طریقہ اور حج کے احکام بتائے انہوں نے حج کا اعلان عام کر دیا جس کا ذکر سورۂ حج میں ان الفاظ میں ہے۔

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ۔ (اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دو)

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ :

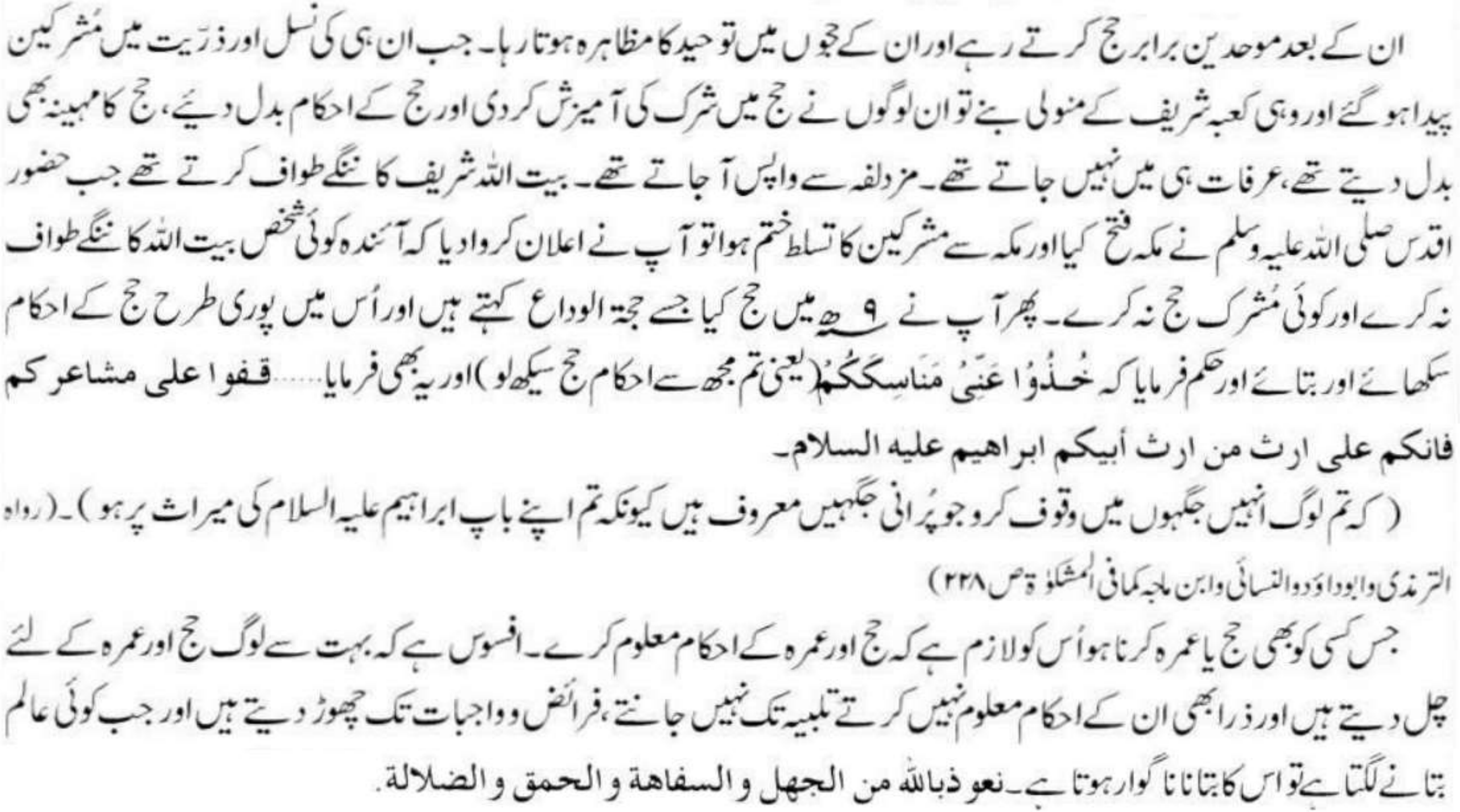

ان کے بعد موحدین برابر حج کرتے رہے اور ان کے حجوں میں توحید کا مظاہرہ ہوتا رہا۔ جب ان ہی کی نسل اور ذرّیت میں مُشرکین پیدا ہو گئے اور وہی کعبہ شریف کے متولی بنے تو ان لوگوں نے حج میں شرک کی آمیزش کر دی اور حج کے احکام بدل دیئے، حج کا مہینہ بھی بدل دیتے تھے، عرفات ہی میں نہیں جاتے تھے۔ مزدلفہ سے واپس آ جاتے تھے۔ بیت اللہ شریف کا ننگے طواف کرتے تھے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا اور مکہ سے مشرکین کا تسلط ختم ہوا تو آپ نے اعلان کروا دیا کہ آئندہ کوئی شخص بیت اللہ کا ننگے طواف نہ کرے اور کوئی مُشرک حج نہ کرے۔ پھر آپ نے ۹ ھ میں حج کیا جسے حجۃ الوداع کہتے ہیں اور اُس میں پوری طرح حج کے احکام سکھائے اور بتائے اور حکم فرمایا کہ خُذُوا عَنِّیْ مَنَاسِکَکُمْ (یعنی تم مجھ سے احکام حج سیکھ لو) اور یہ بھی فرمایا...... قفوا علی مشاعر کم فانکم علی ارث من ارث أبیکم ابراهیم علیه السلام۔

(کہ تم لوگ انہیں جگہوں میں وقوف کرو جو پُرانی جگہیں معروف ہیں کیونکہ تم اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی میراث پر ہو)۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ کما فی المشکوٰۃ ص ۲۲۸)

جس کسی کو بھی حج یا عمرہ کرنا ہو اُس کو لازم ہے کہ حج اور عمرہ کے احکام معلوم کرے۔ افسوس ہے کہ بہت سے لوگ حج اور عمرہ کے لئے چل دیتے ہیں اور ذرا بھی ان کے احکام معلوم نہیں کرتے تلبیہ تک نہیں جانتے، فرائض و واجبات تک چھوڑ دیتے ہیں اور جب کوئی عالم بتانے لگتا ہے تو اس کا بتانا ناگوار ہوتا ہے۔ نعوذ باللہ من الجهل و السفاهة و الحمق و الضلالة.

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ (تفسیر مظہری میں) فرماتے ہیں کہ:

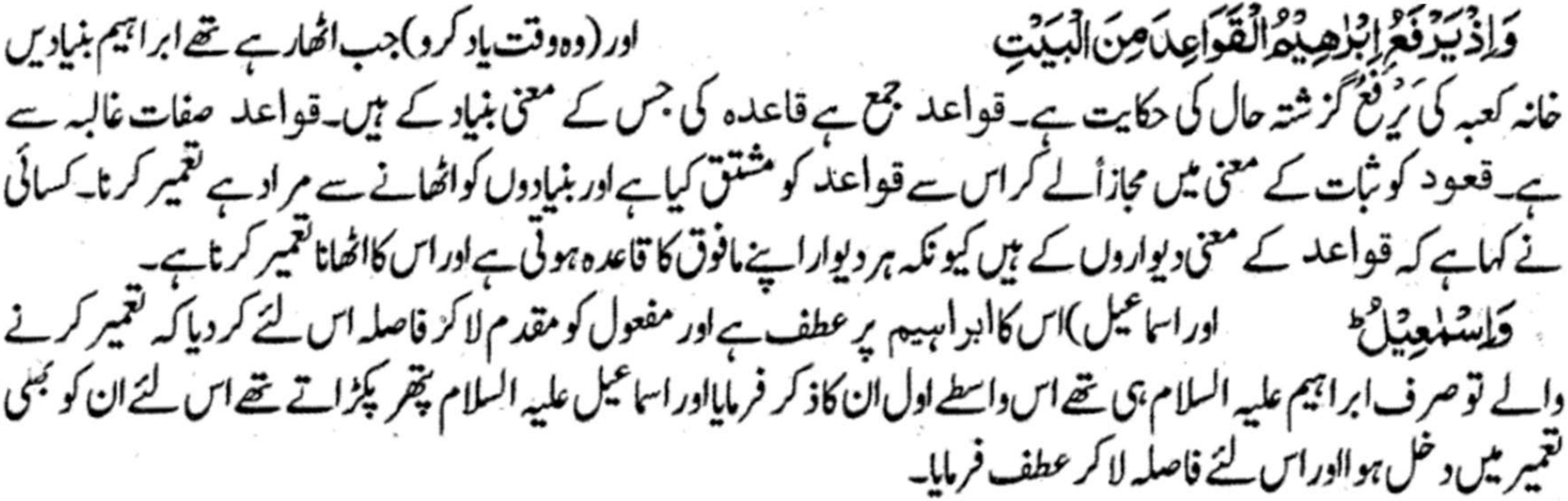

وَاِذۡ یَرۡفَعُ اِبۡرٰهٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَیۡتِ اور (وہ وقت یاد کرو) جب اٹھا رہے تھے ابراہیم بنیادیں خانہ کعبہ کی یَرۡفَعُ گزشتہ حال کی حکایت ہے۔ قواعد جمع ہے قاعدہ کی جس کے معنی بنیاد کے ہیں۔ قواعد صفات غالبہ سے ہے۔ قعود کو ثبات کے معنی میں مجازاً لے کر اس سے قواعد کو مشتق کیا ہے اور بنیادوں کو اٹھانے سے مراد ہے تعمیر کرنا۔ کسائی نے کہا ہے کہ قواعد کے معنی دیواروں کے ہیں کیونکہ ہر دیوار اپنے مافوق کا قاعدہ ہوتی ہے اور اس کا اٹھانا تعمیر کرنا ہے۔

وَاِسۡمٰعِیۡلُؕ اور اسماعیل) اس کا ابراہیم پر عطف ہے اور مفعول کو مقدم لا کر فاصلہ اس لئے کر دیا کہ تعمیر کرنے والے تو صرف ابراہیم علیہ السلام ہی تھے اس واسطے اول ان کا ذکر فرمایا اور اسماعیل علیہ السلام پتھر پکڑاتے تھے اس لئے ان کو بھی تعمیر میں دخل ہوا اور اس لئے فاصلہ لا کر عطف فرمایا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ (تفسیر مظہری میں) فرماتے ہیں کہ:

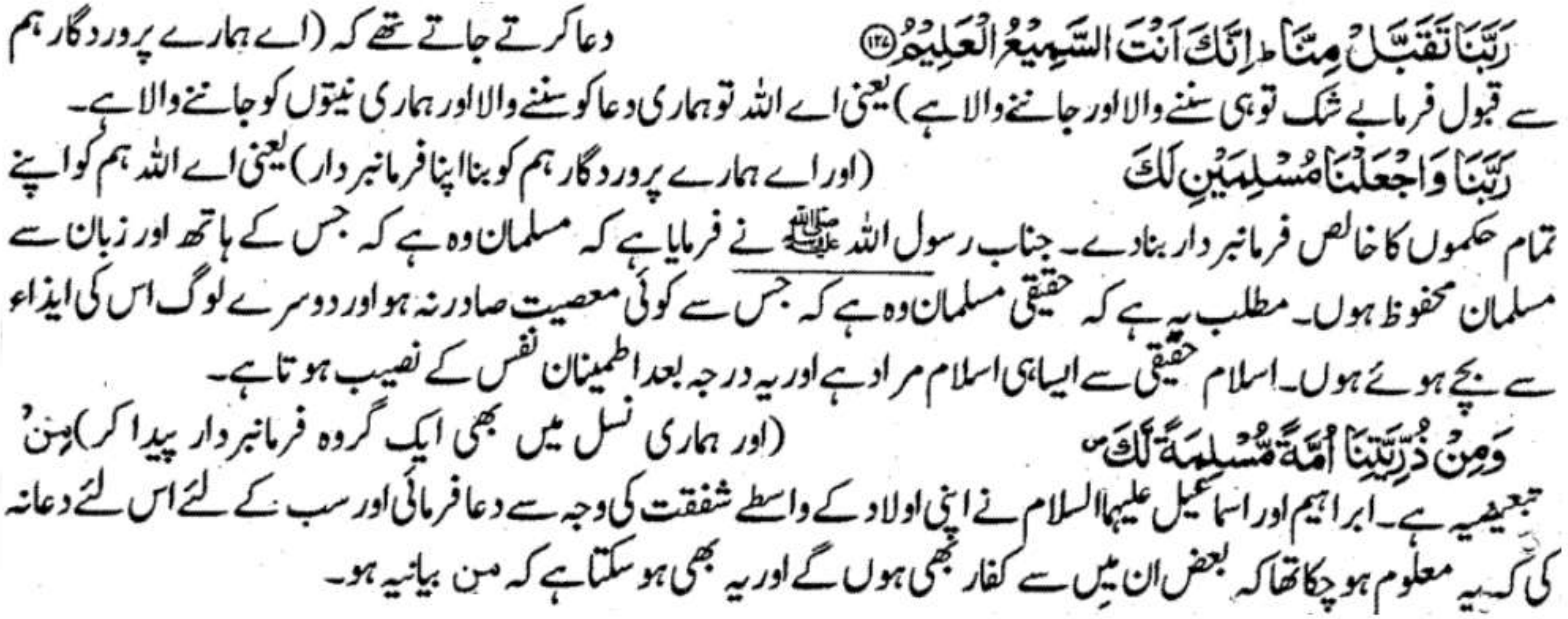

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۲۷﴾ دعا کرتے جاتے تھے کہ (اے ہمارے پروردگار ہم سے قبول فرما بے شک تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے) یعنی اے اللہ تو ہماری دعا کو سننے والا اور ہماری نیتوں کو جاننے والا ہے۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ (اور اے ہمارے پروردگار ہم کو بنا اپنا فرمانبردار) یعنی اے اللہ ہم کو اپنے تمام حکموں کا خالص فرمانبردار بنادے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسلمان وہ ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ حقیقی مسلمان وہ ہے کہ جس سے کوئی معصیت صادر نہ ہو اور دوسرے لوگ اس کی ایذاء سے بچے ہوئے ہوں۔ اسلام حقیقی سے ایسا ہی اسلام مراد ہے اور یہ درجہ بعد اطمینان نفس کے نصیب ہوتا ہے۔

وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠ (اور ہماری نسل میں بھی ایک گروہ فرمانبردار پیدا کر) مِنْ تبعیضیہ ہے۔ ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے اپنی اولاد کے واسطے شفقت کی وجہ سے دعا فرمائی اور سب کے لئے اس لئے دعا نہ کی کہ یہ معلوم ہو چکا تھا کہ بعض ان میں سے کفار بھی ہوں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مِن بیانیہ ہو۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ (تفسیر مظہری میں) فرماتے ہیں کہ:

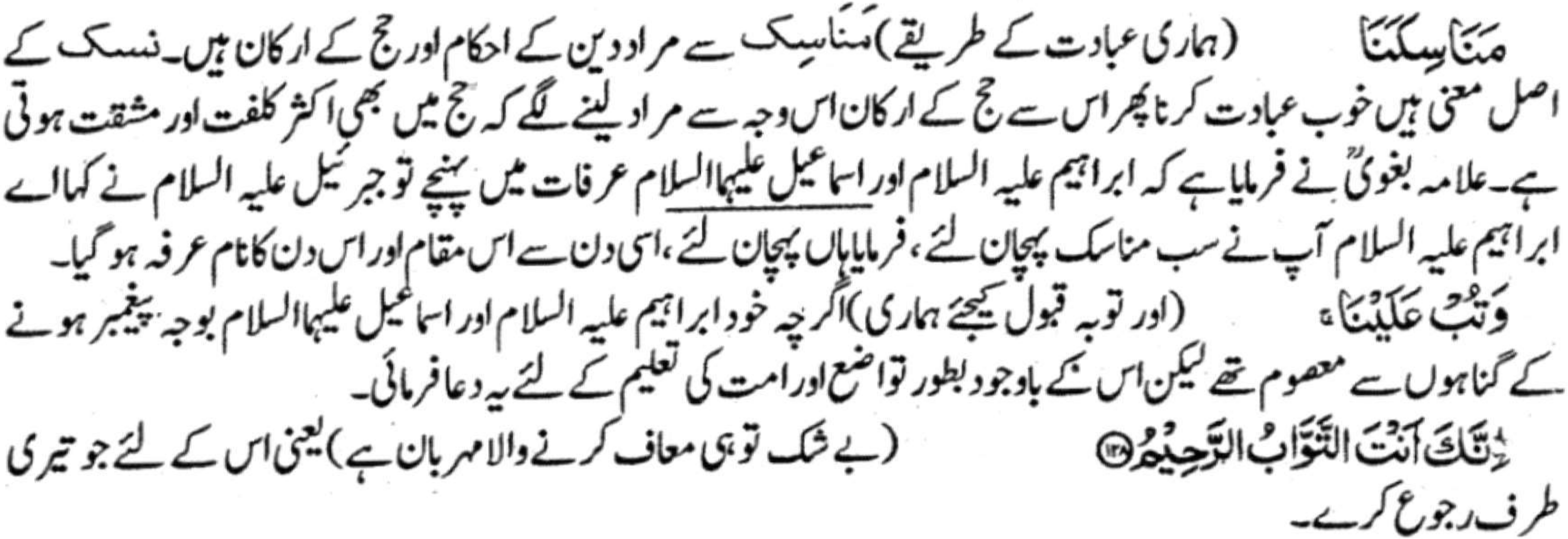

مَنَاسِكَنَا (ہماری عبادت کے طریقے) مَنَاسِک سے مراد دین کے احکام اور حج کے ارکان ہیں۔ نسک کے اصل معنی ہیں خوب عبادت کرنا پھر اس سے حج کے ارکان اس وجہ سے مراد لینے لگے کہ حج میں بھی اکثر کلفت اور مشقت ہوتی ہے۔ علامہ بغویؒ نے فرمایا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہما السلام عرفات میں پہنچے تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا اے ابراہیم علیہ السلام آپ نے سب مناسک پہچان لئے، فرمایا ہاں پہچان لئے، اسی دن سے اس مقام اور اس دن کا نام عرفہ ہو گیا۔

وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ (اور توبہ قبول کیجئے ہماری) اگرچہ خود ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہما السلام بوجہ پیغمبر ہونے کے گناہوں سے معصوم تھے لیکن اس کے باوجود بطور تواضع اور امت کی تعلیم کے لئے یہ دعا فرمائی۔

إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٢٨﴾ (بے شک تو ہی معاف کرنے والا مہربان ہے) یعنی اس کے لئے جو تیری طرف رجوع کرے۔

اللہ تبارک تعالیٰ فرماتے ہیں

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ
الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾ ع

شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ (تفسیر عثمانی میں) فرماتے ہیں کہ :

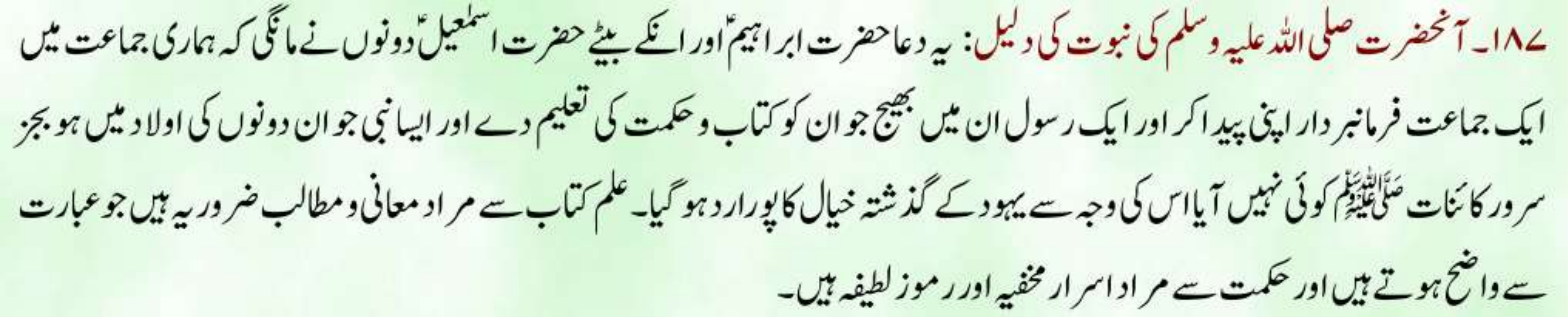

۱۸۷۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل: یہ دعا حضرت ابراہیمؑ اور انکے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ دونوں نے مانگی کہ ہماری جماعت میں ایک جماعت فرمانبردار اپنی پیدا کر اور ایک رسول ان میں بھیج جو ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ایسا نبی جو ان دونوں کی اولاد میں ہو بجز سرورِ کائنات ﷺ کوئی نہیں آیا اس کی وجہ سے یہود کے گذشتہ خیال کا پورا رد ہو گیا۔ علم کتاب سے مراد معانی و مطالب ضروریہ ہیں جو عبارت سے واضح ہوتے ہیں اور حکمت سے مراد اسرار مخفیہ اور رموز لطیفہ ہیں۔

مفتی تقی عثمانی مدظلہ (آسان ترجمہ قرآن میں) فرماتے ہیں کہ:

(۸۴) دِل سے نکلی ہوئی اس دُعا کی تاثیر کسی ترجمے کے ذریعے دوسری زبان میں منتقل نہیں کی جاسکتی، چنانچہ ترجمہ صرف اس کا مفہوم ہی ادا کرسکتا ہے۔ یہاں اس دُعا کو نقل کرنے کا مقصد ایک تو یہ دِکھانا ہے کہ انبیائے کرام اپنے بڑے سے بڑے کارنامے پر بھی مغرور ہونے کے بجائے اللہ تعالیٰ کے حضور اور زیادہ عجز و نیاز کا مظاہرہ فرماتے ہیں، اور اپنے کارنامے کا تذکرہ کرنے کے بجائے اپنی اُن کوتاہیوں پر توبہ مانگتے ہیں جو اس کام کی ادائیگی میں ان سے سرزد ہونے کا امکان ہو۔ دوسرے اُن کا ہر کام صرف اللہ کی رضا جوئی کے لئے ہوتا ہے،

مفتی تقی عثمانی مدظلہ (آسان ترجمہ قرآن میں) فرماتے ہیں کہ:

لہٰذا وہ اُس پر مخلوق سے تعریف کرانے کی فکر کے بجائے اللہ تعالیٰ سے اس کی قبولیت کی دُعا مانگتے ہیں۔ تیسرے یہ ظاہر کرنا بھی مقصود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا میں شامل تھی، اور اس طرح خود حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ تجویز دی تھی کہ آپ بنی اسماعیل میں سے مبعوث ہوں، نہ کہ بنی اسرائیل میں سے۔ اس دُعا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بنیادی مقاصد بھی بیان فرمادیئے ہیں۔ ان مقاصد کو قرآنِ کریم نے کئی مقامات پر بیان فرمایا ہے، اور ان کی تشریح اِن شاء اللہ آگے اسی سورت کی آیت ۱۵۱ میں آئے گی۔

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنی ؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ :

اس آیت میں بھی حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی دُعا کا تذکرہ ہے کعبہ شریف بناتے ہوئے جو دعائیں ان دونوں حضرات نے کی تھیں ان میں سے ایک یہ دُعا بھی ہے کہ اے ہمارے رب ان میں سے ایک رسُول مبعوث فرما۔ اس رسول سے خاتم النبیّین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں جو عربی بھی تھے اور مکی بھی اور حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہما السلام دونوں کی نسل میں سے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے بھی انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے سب انہی کی نسل میں سے تھے اور حضرت سرورِ عالم خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ سب بنی اسحٰق تھے اور صرف آپ ہی بنی اسمٰعیل میں سے ہیں۔ مفسر ابن کثیر نے ص ۱۸۴ ج ۱ مسند امام احمد سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کا ابتدائی تذکرہ اولاً کیسے شروع ہوا آپ نے فرمایا کہ میں اپنے باپ ابراہیم کی دُعا ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور میری والدہ نے جو خواب دیکھا کہ اُن

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ :

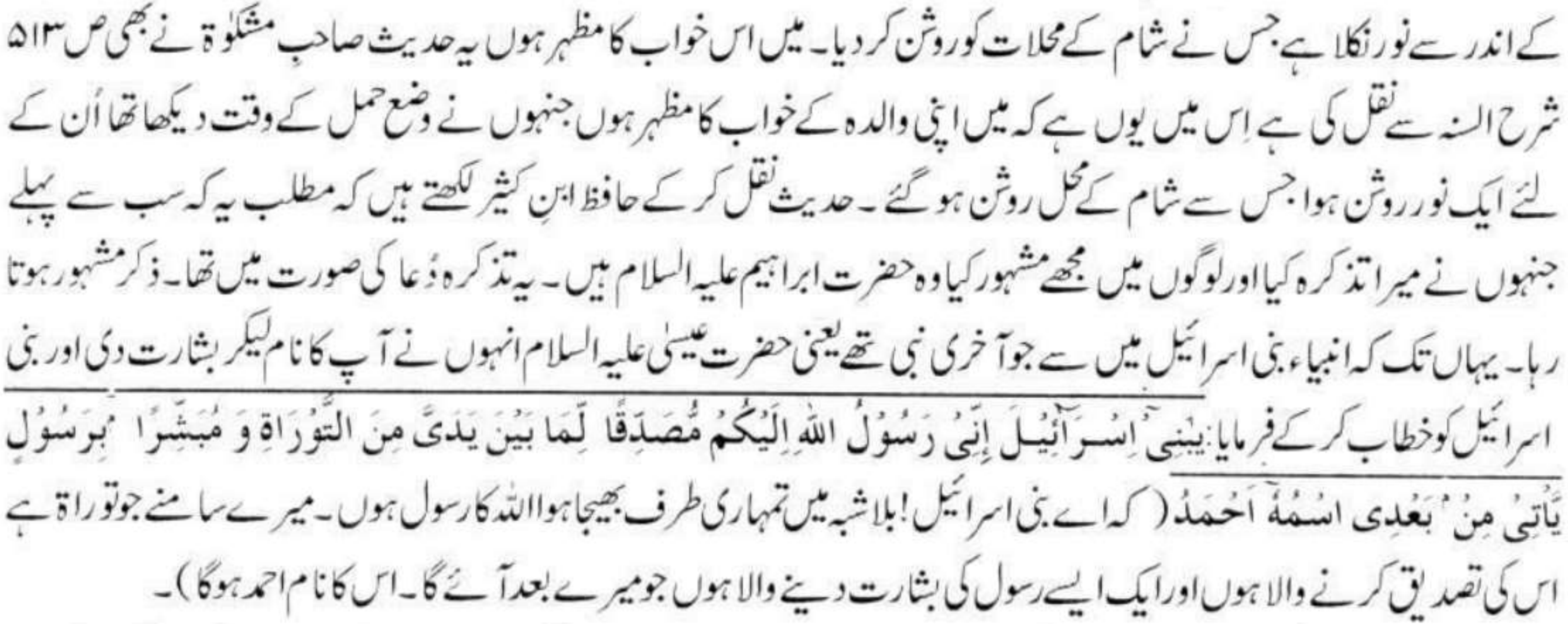

کے اندر سے نور نکلا ہے جس نے شام کے محلات کو روشن کر دیا۔ میں اس خواب کا مظہر ہوں یہ حدیث صاحب مشکوٰۃ نے بھی ص ۵۱۳ شرح السنہ سے نقل کی ہے اِس میں یوں ہے کہ میں اپنی والدہ کے خواب کا مظہر ہوں جنہوں نے وضع حمل کے وقت دیکھا تھا اُن کے لئے ایک نور روشن ہوا جس سے شام کے محل روشن ہو گئے۔ حدیث نقل کر کے حافظ ابنِ کثیر لکھتے ہیں کہ مطلب یہ کہ سب سے پہلے جنہوں نے میرا تذکرہ کیا اور لوگوں میں مجھے مشہور کیا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ یہ تذکرہ دُعا کی صورت میں تھا۔ ذکر مشہور ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ انبیاء بنی اسرائیل میں سے جو آخری نبی تھے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہوں نے آپ کا نام لیکر بشارت دی اور بنی اسرائیل کو خطاب کر کے فرمایا: یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ (کہ اے بنی اسرائیل! بلاشبہ میں تمہاری طرف بھیجا ہوا اللہ کا رسول ہوں۔ میرے سامنے جو توراۃ ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور ایک ایسے رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا۔ اس کا نام احمد ہوگا)۔

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ :

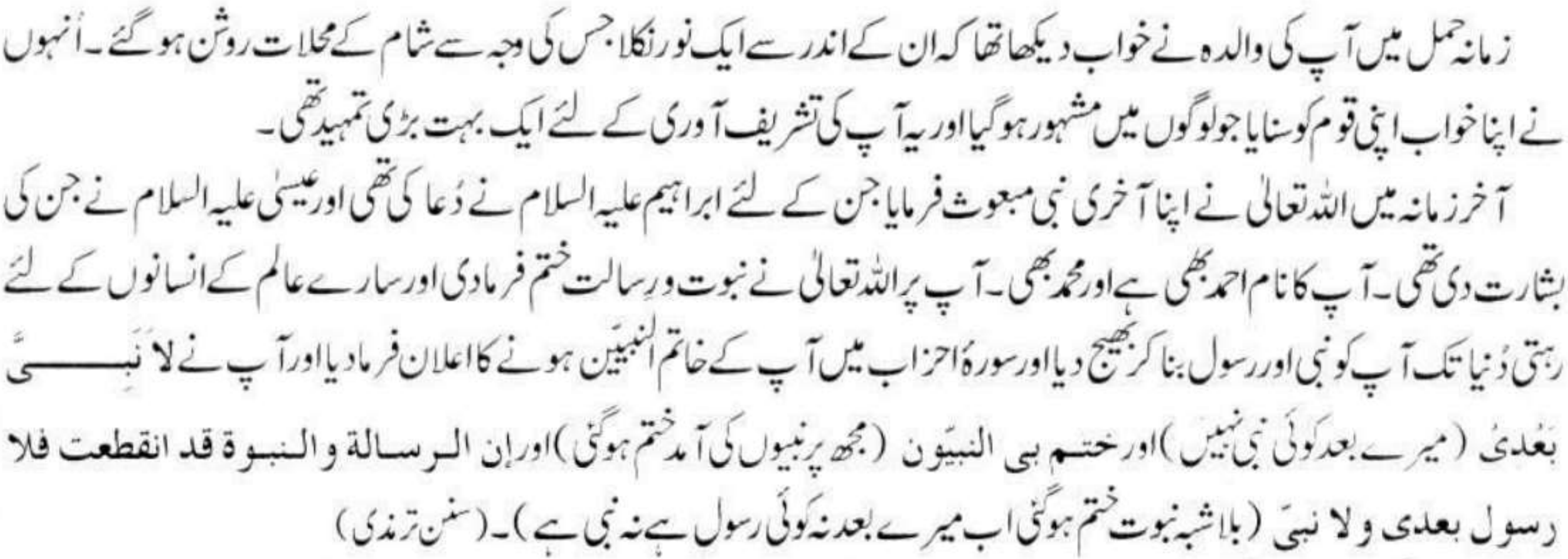

زمانہ حمل میں آپ کی والدہ نے خواب دیکھا تھا کہ ان کے اندر سے ایک نور نکلا جس کی وجہ سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ اُنہوں نے اپنا خواب اپنی قوم کو سنایا جو لوگوں میں مشہور ہو گیا اور یہ آپ کی تشریف آوری کے لئے ایک بہت بڑی تمہید تھی۔

آخر زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنا آخری نبی مبعوث فرمایا جن کے لئے ابراہیم علیہ السلام نے دُعا کی تھی اور عیسیٰ علیہ السلام نے جن کی بشارت دی تھی۔ آپ کا نام احمد بھی ہے اور محمد بھی۔ آپ پر اللہ تعالیٰ نے نبوت و رِسالت ختم فرما دی اور سارے عالم کے انسانوں کے لئے رہتی دُنیا تک آپ کو نبی اور رسول بنا کر بھیج دیا اور سورۂ احزاب میں آپ کے خاتم النبیّین ہونے کا اعلان فرما دیا اور آپ نے لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (میرے بعد کوئی نبی نہیں) اور ختم بی النبیّون (مجھ پر نبیوں کی آمد ختم ہو گئی) اور اِن الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبیّ (بلاشبہ نبوت ختم ہو گئی اب میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ نبی ہے)۔ (سنن ترمذی)

ابن کثیرؒ (تفسیر ابن کثیر میں) فرماتے ہیں کہ:

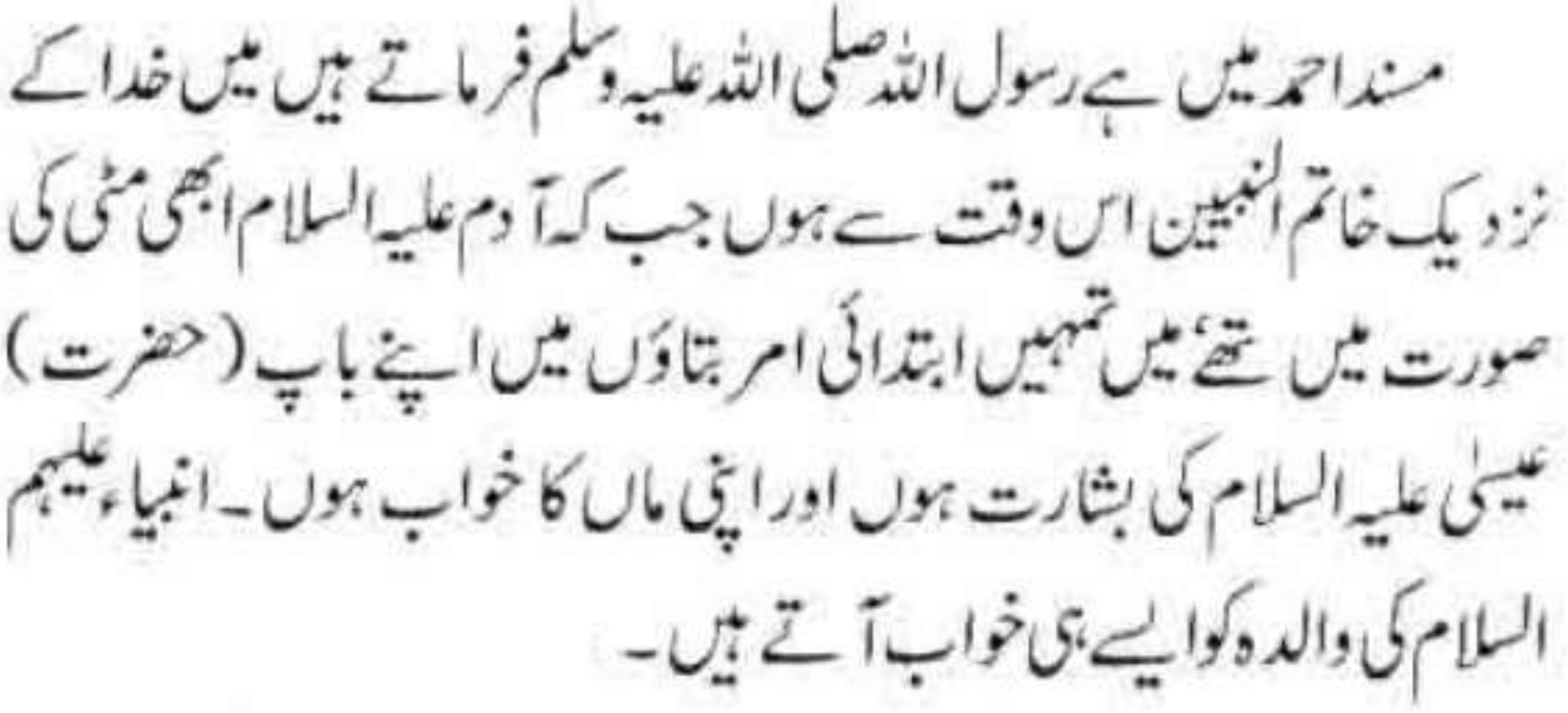

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں خدا کے نزدیک خاتم النبیین اس وقت سے ہوں جب کہ آدم علیہ السلام ابھی مٹی کی صورت میں تھے میں تمہیں ابتدائی امر بتاؤں میں اپنے باپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور اپنی ماں کا خواب ہوں۔ انبیاء علیہم السلام کی والدہ کو ایسے ہی خواب آتے ہیں۔

مفتی شفیع عثمانیؒ (معارف القرآن میں) فرماتے ہیں کہ:

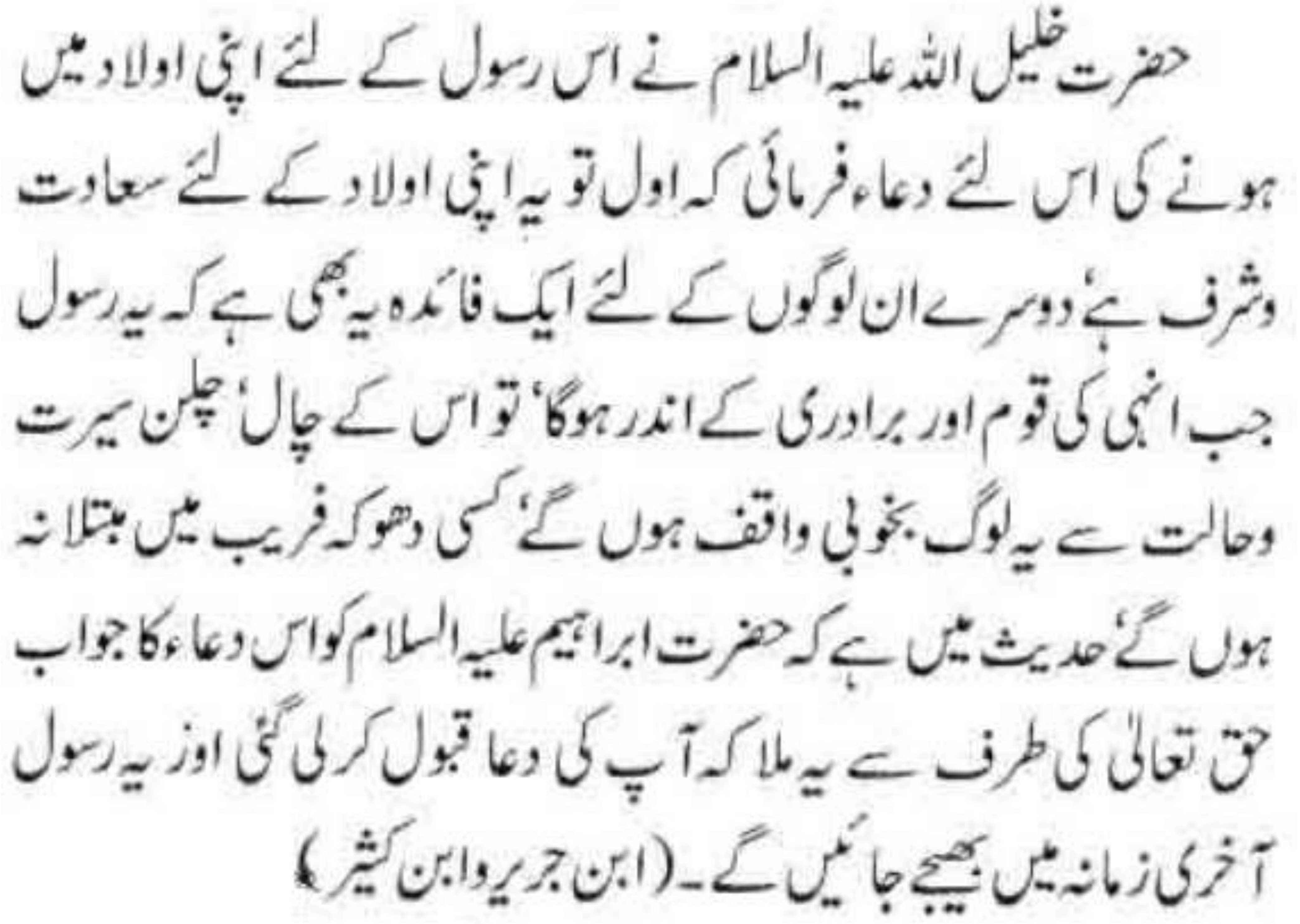

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے اس رسول کے لئے اپنی اولاد میں ہونے کی اس لئے دعاء فرمائی کہ اول تو یہ اپنی اولاد کے لئے سعادت وشرف ہے‘ دوسرے ان لوگوں کے لئے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ رسول جب انہی کی قوم اور برادری کے اندر ہوگا‘ تو اس کے چال‘ چلن سیرت وحالت سے یہ لوگ بخوبی واقف ہوں گے‘ کسی دھوکہ فریب میں مبتلا نہ ہوں گے‘ حدیث میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس دعاء کا جواب حق تعالیٰ کی طرف سے یہ ملا کہ آپ کی دعا قبول کرلی گئی اور یہ رسول آخری زمانہ میں بھیجے جائیں گے۔ (ابن جریر وابن کثیر)

اللہ تبارک تعالیٰ فرماتے ہیں

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ
فِى الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝١٣٠ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ
قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝١٣١

مفتی تقی عثمانی مدظلہ (آسان ترجمہ قرآن میں) فرماتے ہیں کہ:

(۸۵) یہاں سرِ تسلیم خم کرنے کے لئے قرآنِ کریم نے ”اسلام“ کا لفظ استعمال فرمایا ہے جس کے لفظی معنیٰ سر جھکانے اور کسی کے مکمل تابعِ فرمان ہوجانے کے ہیں۔ ہمارے دِین کا نام بھی اسلام اسی لئے رکھا گیا ہے کہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے ہر قول و فعل میں اللہ تعالیٰ ہی کا تابعدار بنے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام چونکہ شروع ہی سے مؤمن تھے اس لئے یہاں اللہ تعالیٰ کا مقصد ان کو اِیمان لانے کی تلقین کرنا نہیں تھا، اسی لئے یہاں اس لفظ کا ترجمہ اسلام لانے سے نہیں کیا گیا۔ البتہ اگلی آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جو وصیت اپنی اولاد کے لئے مذکور ہے وہاں اسلام کے مفہوم میں دونوں باتیں داخل ہیں، دِینِ برحق پر اِیمان رکھنا بھی اور اس کے بعد اللہ کے ہر حکم کی تابعداری بھی۔ اس لئے وہاں لفظ ”مسلم“ ہی استعمال کیا گیا ہے۔

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ:

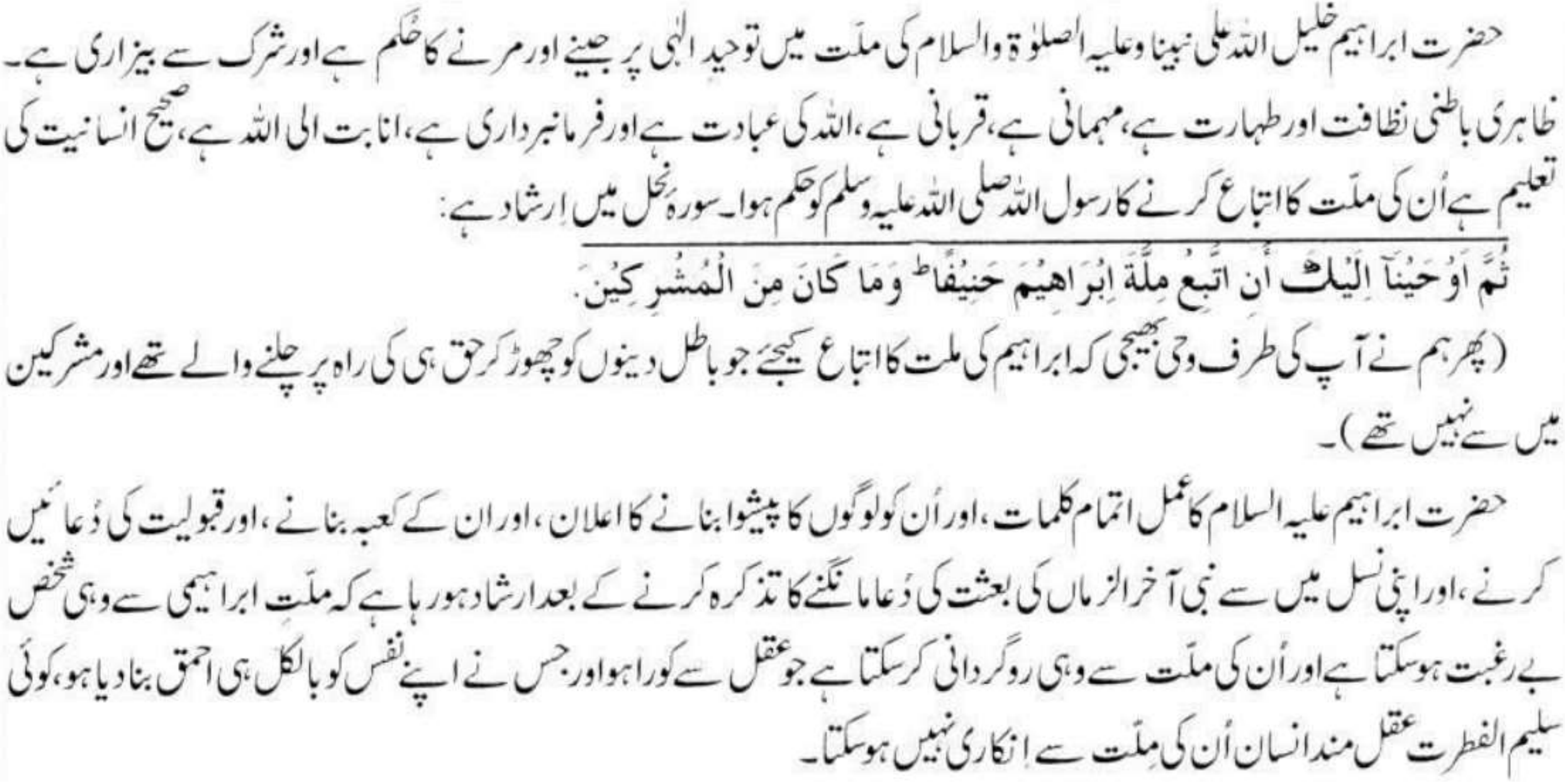

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملّت میں توحید الٰہی پر جینے اور مرنے کا حکم ہے اور شرک سے بیزاری ہے۔ ظاہری باطنی نظافت اور طہارت ہے، مہمانی ہے، قربانی ہے، اللہ کی عبادت ہے اور فرمانبرداری ہے، انابت الی اللہ ہے، صحیح انسانیت کی تعلیم ہے اُن کی ملّت کا اتباع کرنے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا۔ سورۂ نحل میں ارشاد ہے:

ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ.

(پھر ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ ابراہیم کی ملت کا اتباع کیجیے جو باطل دینوں کو چھوڑ کر حق ہی کی راہ پر چلنے والے تھے اور مشرکین میں سے نہیں تھے)۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عمل اتمام کلمات، اور اُن کو لوگوں کا پیشوا بنانے کا اعلان، اور ان کے کعبہ بنانے، اور قبولیت کی دُعائیں کرنے، اور اپنی نسل میں سے نبی آخر الزماں کی بعثت کی دُعا مانگنے کا تذکرہ کرنے کے بعد ارشاد ہو رہا ہے کہ ملّتِ ابراہیمی سے وہی شخص بے رغبت ہو سکتا ہے اور اُن کی ملّت سے وہی روگردانی کر سکتا ہے جو عقل سے کورا ہو اور جس نے اپنے نفس کو بالکل ہی احمق بنا دیا ہو، کوئی سلیم الفطرت عقل مند انسان اُن کی مِلّت سے انکاری نہیں ہو سکتا۔

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ:

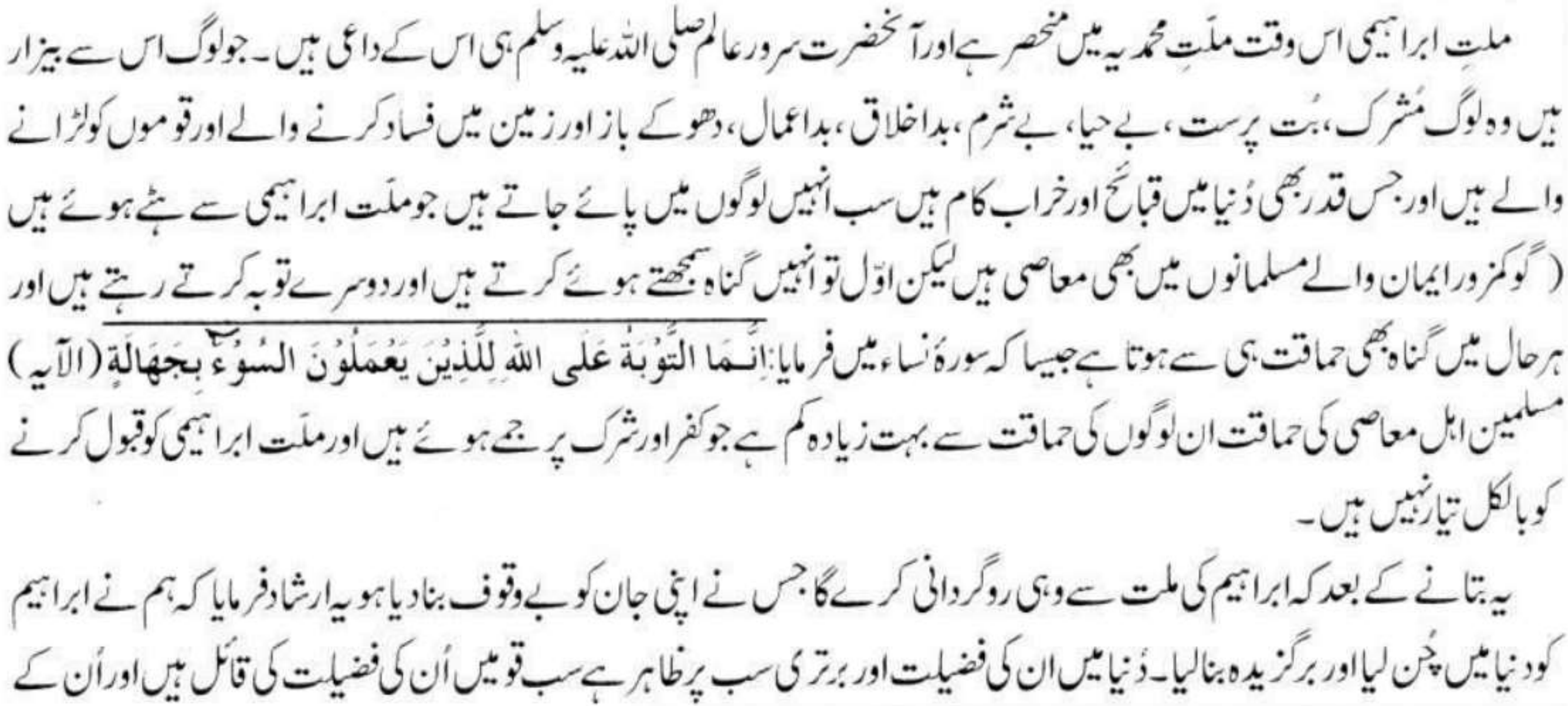

ملتِ ابراہیمی اس وقت ملّتِ محمدیہ میں منحصر ہے اور آنحضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس کے داعی ہیں۔ جو لوگ اس سے بیزار ہیں وہ لوگ مُشرک، بُت پرست، بے حیا، بے شرم، بداخلاق، بداعمال، دھوکے باز اور زمین میں فساد کرنے والے اور قوموں کو لڑانے والے ہیں اور جس قدر بھی دُنیا میں قبائح اور خراب کام ہیں سب انہیں لوگوں میں پائے جاتے ہیں جو ملّت ابراہیمی سے ہٹے ہوئے ہیں (گو کمزور ایمان والے مسلمانوں میں بھی معاصی ہیں لیکن اوّل تو انہیں گناہ سمجھتے ہوئے کرتے ہیں اور دوسرے توبہ کرتے رہتے ہیں اور ہر حال میں گناہ بھی حماقت ہی سے ہوتا ہے جیسا کہ سورۂ نساء میں فرمایا: اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ (الآیہ) مسلمین اہل معاصی کی حماقت ان لوگوں کی حماقت سے بہت زیادہ کم ہے جو کفر اور شرک پر جمے ہوئے ہیں اور ملّت ابراہیمی کو قبول کرنے کو بالکل تیار نہیں ہیں۔

یہ بتانے کے بعد کہ ابراہیم کی ملت سے وہی روگردانی کرے گا جس نے اپنی جان کو بے وقوف بنادیا ہو یہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے ابراہیم کو دنیا میں چُن لیا اور برگزیدہ بنالیا۔ دُنیا میں ان کی فضیلت اور برتری سب پر ظاہر ہے سب قومیں اُن کی فضیلت کی قائل ہیں اور اُن کے

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ :

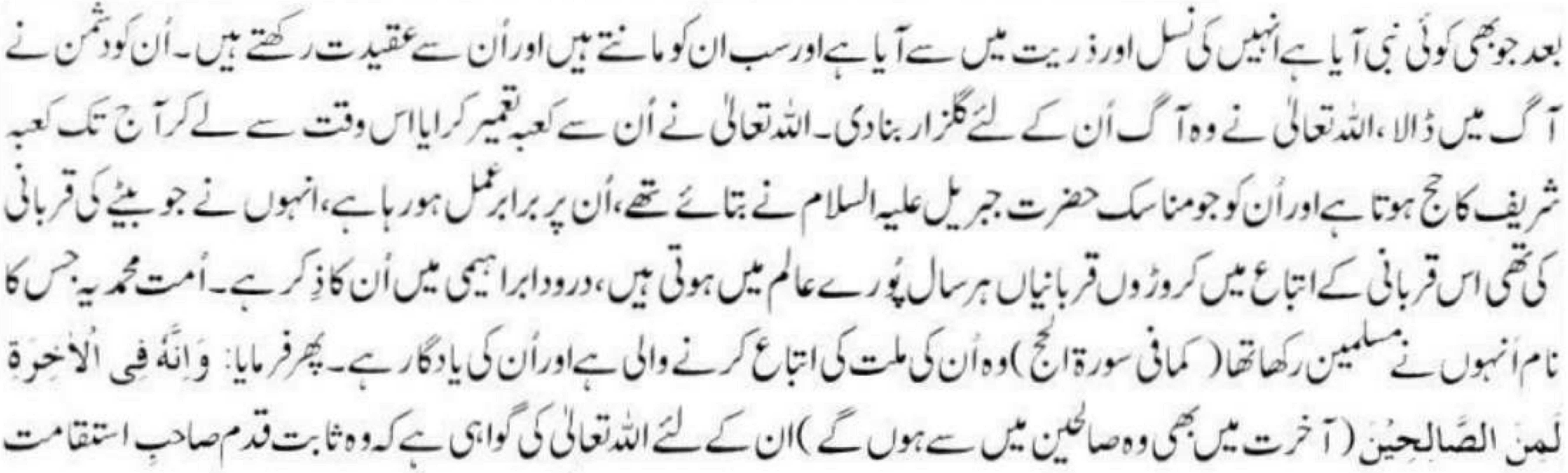

بعد جو بھی کوئی نبی آیا ہے انہیں کی نسل اور ذریت میں سے آیا ہے اور سب ان کو مانتے ہیں اور اُن سے عقیدت رکھتے ہیں۔ اُن کو دشمن نے آگ میں ڈالا، اللہ تعالیٰ نے وہ آگ اُن کے لئے گلزار بنا دی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن سے کعبہ تعمیر کرایا اس وقت سے لے کر آج تک کعبہ شریف کا حج ہوتا ہے اور اُن کو جو مناسک حضرت جبریل علیہ السلام نے بتائے تھے، اُن پر برابر عمل ہو رہا ہے، انہوں نے جو بیٹے کی قربانی کی تھی اس قربانی کے اتباع میں کروڑوں قربانیاں ہر سال پُورے عالم میں ہوتی ہیں، درود ابراہیمی میں اُن کا ذِکر ہے۔ اُمت محمدیہ جس کا نام اَنہوں نے مسلمین رکھا تھا (کمافی سورۃ الحج) وہ اُن کی ملت کی اتباع کرنے والی ہے اور اُن کی یادگار ہے۔ پھر فرمایا: وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ (آخرت میں بھی وہ صالحین میں سے ہوں گے) ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے کہ وہ ثابت قدم صاحبِ استقامت

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ :

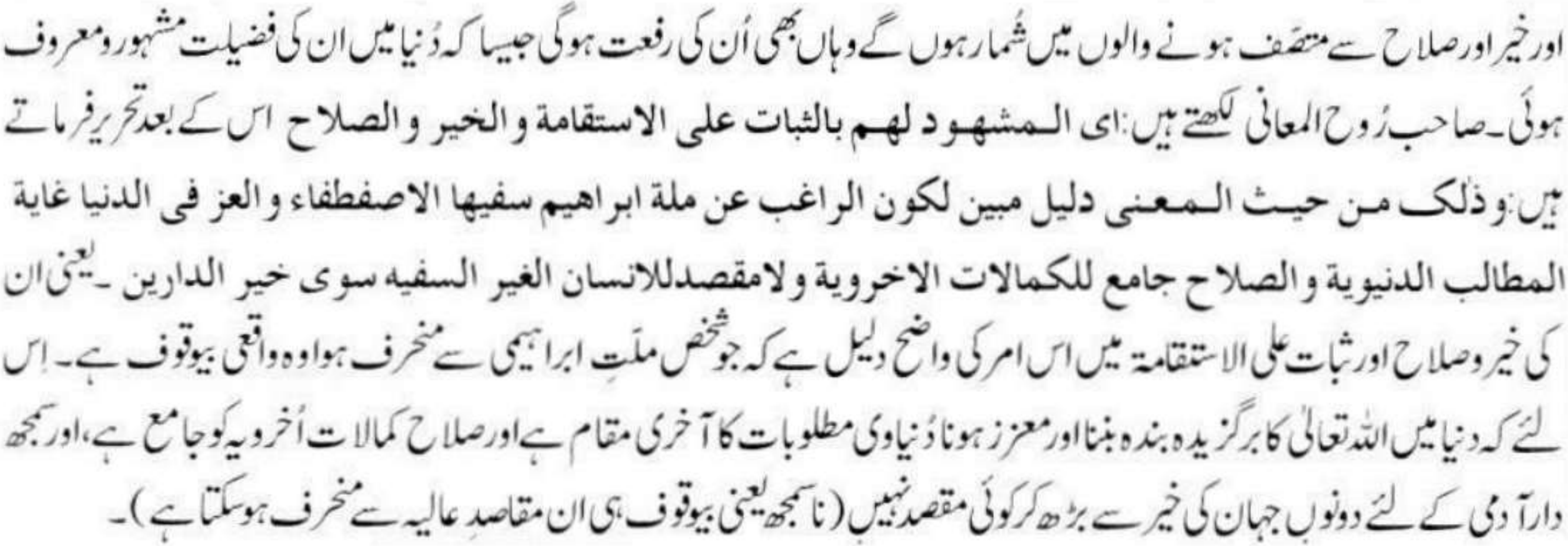

اور خیر اور صلاح سے متصف ہونے والوں میں شمار ہوں گے وہاں بھی اُن کی رفعت ہوگی جیسا کہ دُنیا میں ان کی فضیلت مشہور و معروف ہوئی۔ صاحب رُوح المعانی لکھتے ہیں: ای المشھود لھم بالثبات علی الاستقامة و الخیر و الصلاح اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں: و ذٰلک من حیث المعنی دلیل مبین لکون الراغب عن ملة ابراھیم سفیھا الاصطفاء و العز فی الدنیا غایة المطالب الدنیویة و الصلاح جامع للکمالات الاخرویة و لامقصد للانسان الغیر السفیه سوی خیر الدارین۔ یعنی ان کی خیر و صلاح اور ثبات علی الاستقامة میں اس امر کی واضح دلیل ہے کہ جو شخص ملّتِ ابراہیمی سے منحرف ہوا وہ واقعی بیوقوف ہے۔ اِس لئے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ بننا اور معزز ہونا دُنیاوی مطلوبات کا آخری مقام ہے اور صلاح کمالات اُخرویہ کو جامع ہے، اور سمجھ دار آدمی کے لئے دونوں جہان کی خیر سے بڑھ کر کوئی مقصد نہیں (ناسمجھ یعنی بیوقوف ہی ان مقاصدِ عالیہ سے منحرف ہوسکتا ہے)۔

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ :

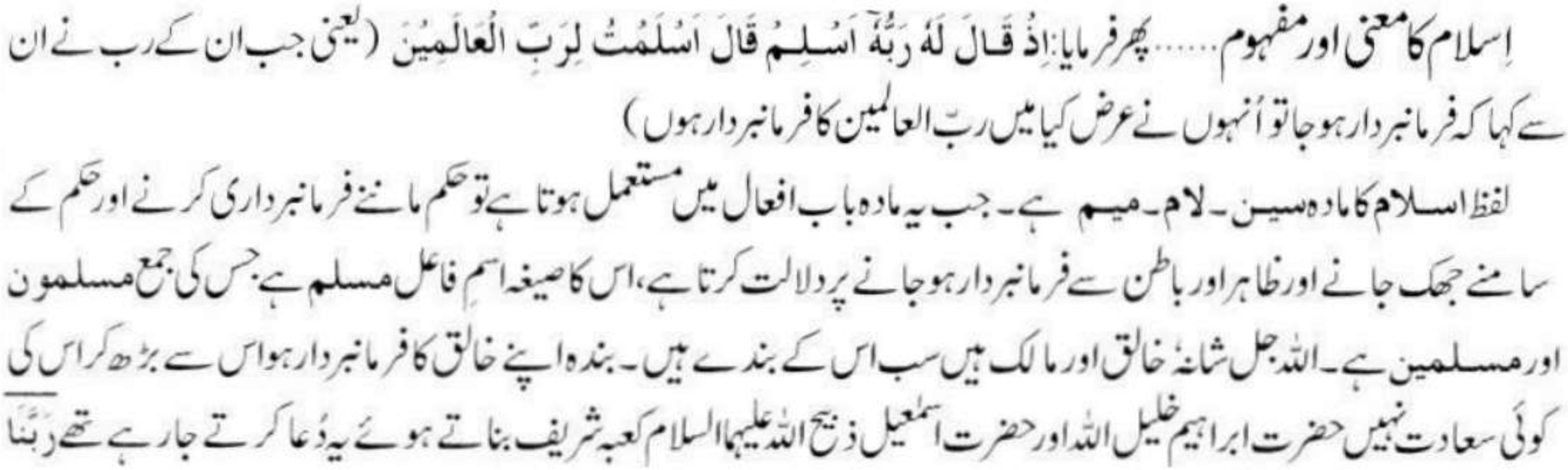

اِسلام کا معنی اور مفہوم...... پھر فرمایا: اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ (یعنی جب ان کے رب نے ان سے کہا کہ فرمانبردار ہو جا تو اُنہوں نے عرض کیا میں ربّ العالمین کا فرمانبردار ہوں)

لفظ اسلام کا مادہ سین۔ لام۔ میم ہے۔ جب یہ مادہ باب افعال میں مستعمل ہوتا ہے تو حکم ماننے فرمانبرداری کرنے اور حکم کے سامنے جھک جانے اور ظاہر اور باطن سے فرمانبردار ہو جانے پر دلالت کرتا ہے، اس کا صیغہ اسمِ فاعل مسلم ہے۔ جس کی جمع مسلمون اور مسلمین ہے۔ اللہ جل شانہٗ خالق اور مالک ہیں سب اس کے بندے ہیں۔ بندہ اپنے خالق کا فرمانبردار ہو اس سے بڑھ کر اس کی کوئی سعادت نہیں حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہما السلام کعبہ شریف بناتے ہوئے یہ دُعا کرتے جا رہے تھے رَبَّنَا

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ:

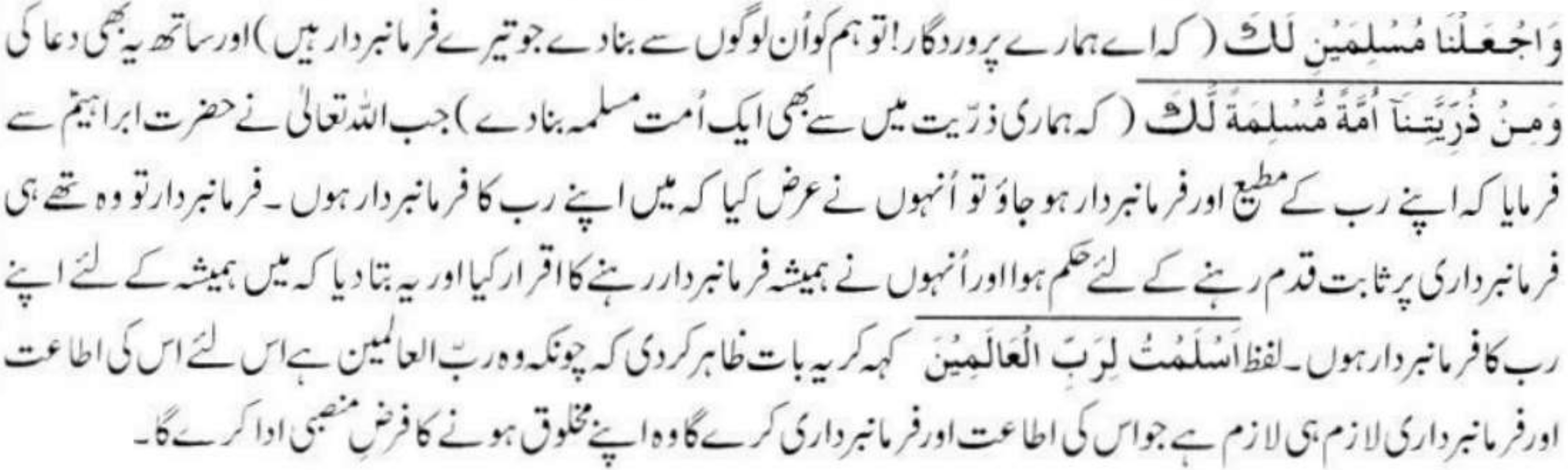

وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ (کہ اے ہمارے پروردگار! تو ہم کو اُن لوگوں سے بنا دے جو تیرے فرمانبردار ہیں) اور ساتھ یہ بھی دعا کی وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ (کہ ہماری ذرّیت میں سے بھی ایک اُمت مسلمہ بنا دے) جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے فرمایا کہ اپنے رب کے مطیع اور فرمانبردار ہو جاؤ تو اُنہوں نے عرض کیا کہ میں اپنے رب کا فرمانبردار ہوں۔ فرمانبردار تو وہ تھے ہی فرمانبرداری پر ثابت قدم رہنے کے لئے حکم ہوا اور اُنہوں نے ہمیشہ فرمانبردار رہنے کا اقرار کیا اور یہ بتا دیا کہ میں ہمیشہ کے لئے اپنے رب کا فرمانبردار ہوں۔ لفظ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ کہہ کر یہ بات ظاہر کردی کہ چونکہ وہ ربّ العالمین ہے اس لئے اس کی اطاعت اور فرمانبرداری لازم ہی لازم ہے جو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرے گا وہ اپنے مخلوق ہونے کا فرضِ منصبی ادا کرے گا۔

مولانا عبدالقیوم مہاجر مدنیؒ (گلدستہ تفسیر میں) فرماتے ہیں کہ:

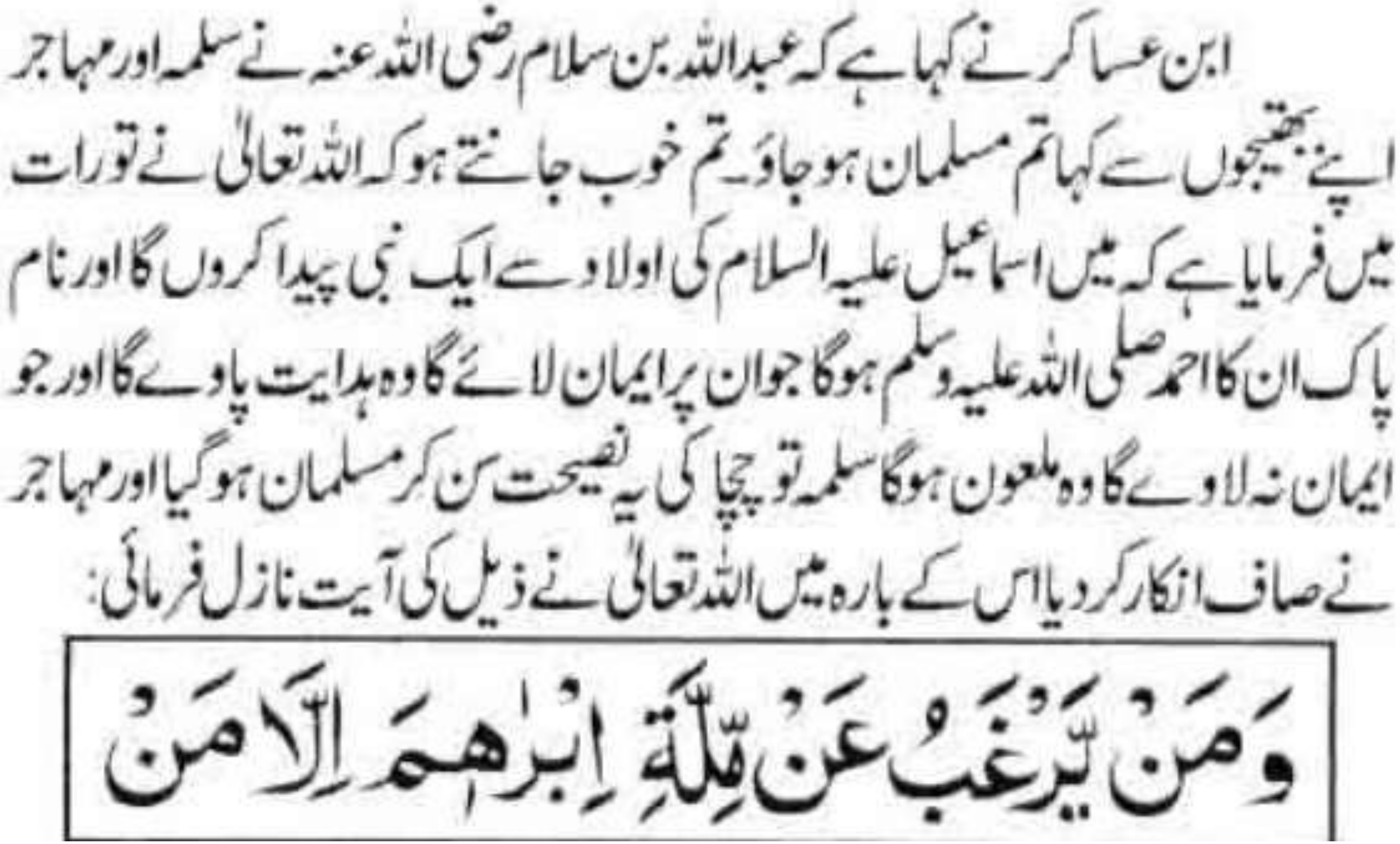

ابن عساکر نے کہا ہے کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے سلمہ اور مہاجر اپنے بھتیجوں سے کہا تم مسلمان ہو جاؤ۔ تم خوب جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں فرمایا ہے کہ میں اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ایک نبی پیدا کروں گا اور نام پاک ان کا احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا جو ان پر ایمان لائے گا وہ ہدایت پاوے گا اور جو ایمان نہ لاوے گا وہ ملعون ہوگا سلمہ تو چچا کی یہ نصیحت سن کر مسلمان ہو گیا اور مہاجر نے صاف انکار کر دیا اس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے ذیل کی آیت نازل فرمائی:

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ

اللہ تبارک تعالیٰ فرماتے ہیں

وَ وَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِیْهِ وَ یَعْقُوْبُ ؕ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّیْنَ فَلَا
تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ؕ ﴿۱۳۲﴾ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ
اِذْ قَالَ لِبَنِیْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآىٕكَ
اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾

شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ (تفسیر عثمانی میں) فرماتے ہیں کہ :

۱۸۸۔ **حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے بیٹوں کو وصیت:** جس ملت و مذہب کا شرف مذکور ہو چکا اسی ملت کی وصیت حضرت ابراہیمؑ و حضرت یعقوبؑ نے اپنی اولاد کو فرمائی تو جو اس کو نہ مانے گا وہ ان کا بھی مخالف ہوا۔ اور یہود کہتے تھے کہ حضرت یعقوبؑ نے اپنی اولاد کو یہودیت کی وصیت فرمائی سو وہ جھوٹے ہیں جیسا اگلی آیت میں آتا ہے۔

۱۸۹۔ یعنی تم حضرت یعقوبؑ کی وصیت کے وقت تو موجود بھی نہ تھے۔ انہوں نے تو ملت انبیائے موصوفین کا ارشاد فرمایا تھا تم نے یہ کیا کہ یہود اپنے سوا سب کو اور نصاریٰ اپنے سوا سب کو بے دین بتلانے لگے (اور مذہب حق (یعنی اسلام کے) دونوں کے مخالف ہو گئے) یہ تمہارا افتراء ہے۔

مفتی تقی عثمانی مدظلہ (آسان ترجمہ قرآن میں) فرماتے ہیں کہ:

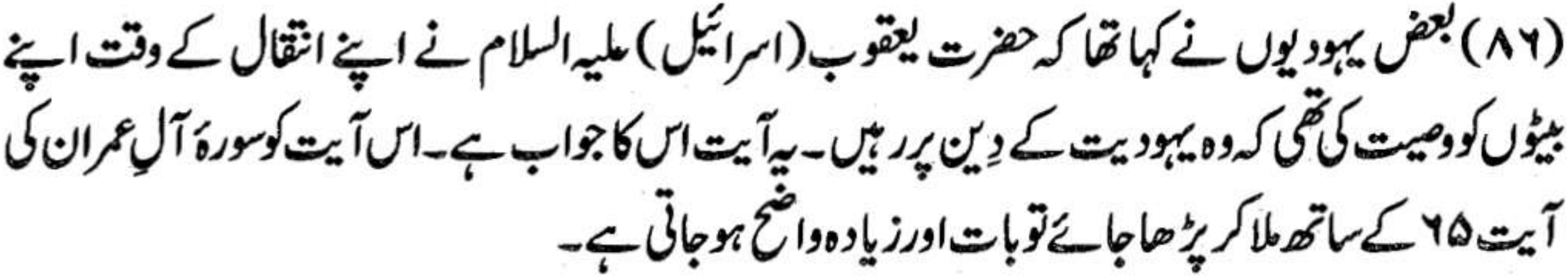

(۸۶) بعض یہودیوں نے کہا تھا کہ حضرت یعقوب (اسرائیل) علیہ السلام نے اپنے انتقال کے وقت اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی کہ وہ یہودیت کے دِین پر رہیں۔ یہ آیت اس کا جواب ہے۔ اس آیت کو سورۂ آلِ عمران کی آیت ۶۵ کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو بات اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ:

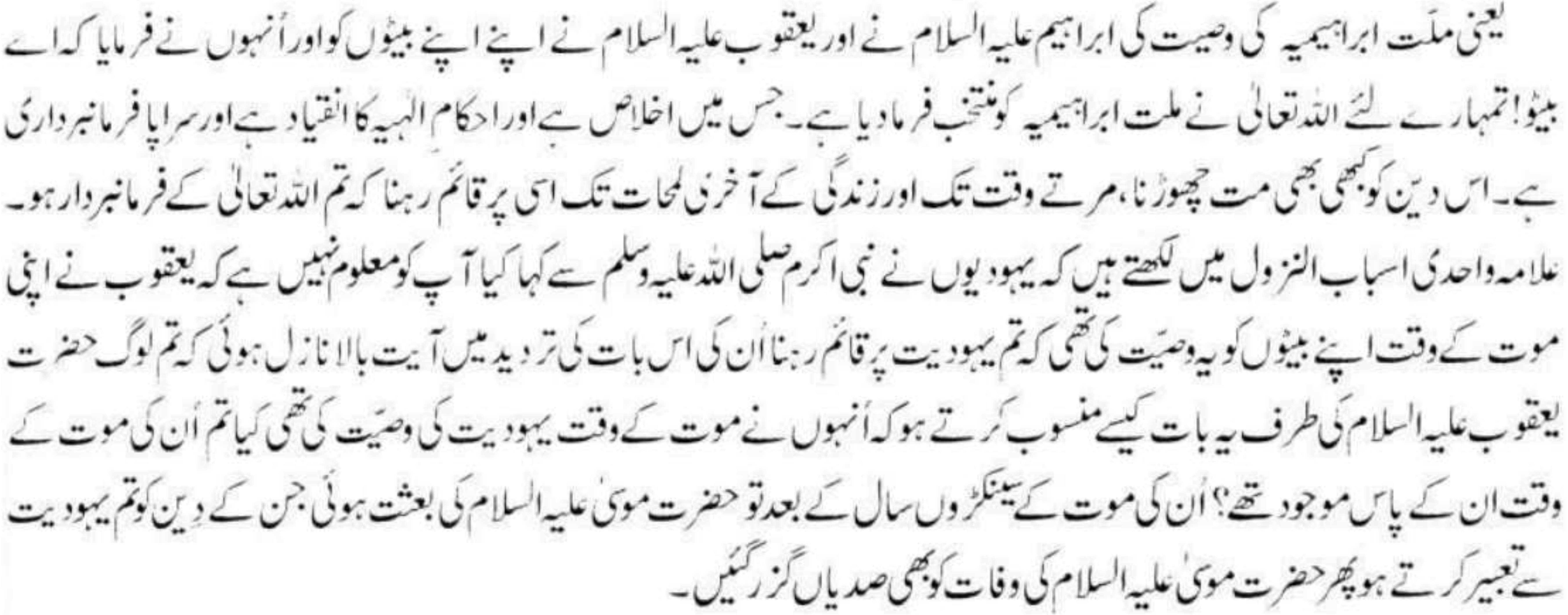

یعنی ملّت ابراہیمیہ کی وصیت کی ابراہیم علیہ السلام نے اور یعقوب علیہ السلام نے اپنے اپنے بیٹوں کو اور اُنہوں نے فرمایا کہ اے بیٹو! تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے ملت ابراہیمیہ کو منتخب فرمادیا ہے۔ جس میں اخلاص ہے اور احکامِ الٰہیہ کا انقیاد ہے اور سراپا فرمانبرداری ہے۔ اس دین کو کبھی بھی مت چھوڑنا، مرتے وقت تک اور زندگی کے آخری لمحات تک اسی پر قائم رہنا کہ تم اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار رہو۔ علامہ واحدی اسباب النزول میں لکھتے ہیں کہ یہودیوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ یعقوب نے اپنی موت کے وقت اپنے بیٹوں کو یہ وصیّت کی تھی کہ تم یہودیت پر قائم رہنا اُن کی اس بات کی تردید میں آیت بالا نازل ہوئی کہ تم لوگ حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف یہ بات کیسے منسوب کرتے ہو کہ اُنہوں نے موت کے وقت یہودیت کی وصیّت کی تھی کیا تم اُن کی موت کے وقت ان کے پاس موجود تھے؟ اُن کی موت کے سینکڑوں سال کے بعد تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہوئی جن کے دِین کو تم یہودیت سے تعبیر کرتے ہو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کو بھی صدیاں گزر گئیں۔

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ :

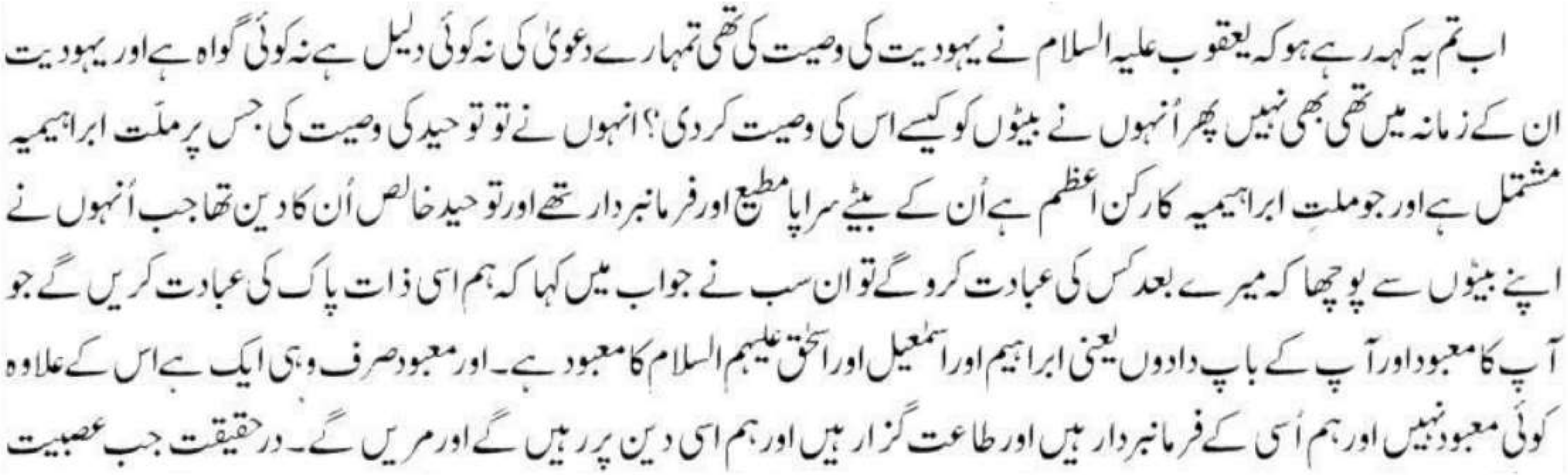

اب تم یہ کہہ رہے ہو کہ یعقوب علیہ السلام نے یہودیت کی وصیت کی تھی تمہارے دعویٰ کی نہ کوئی دلیل ہے نہ کوئی گواہ ہے اور یہودیت ان کے زمانہ میں تھی بھی نہیں پھر اُنہوں نے بیٹوں کو کیسے اس کی وصیت کر دی؟ انہوں نے تو توحید کی وصیت کی جس پر ملّت ابراہیمیہ مشتمل ہے اور جو ملتِ ابراہیمیہ کا رکن اعظم ہے اُن کے بیٹے سراپا مطیع اور فرمانبردار تھے اور توحید خالص اُن کا دین تھا جب اُنہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد کس کی عبادت کرو گے تو ان سب نے جواب میں کہا کہ ہم اسی ذات پاک کی عبادت کریں گے جو آپ کا معبود اور آپ کے باپ دادوں یعنی ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق علیہم السلام کا معبود ہے۔ اور معبود صرف وہی ایک ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور ہم اُسی کے فرمانبردار ہیں اور طاعت گزار ہیں اور ہم اسی دین پر رہیں گے اور مریں گے۔ درحقیقت جب عصبیت

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ :

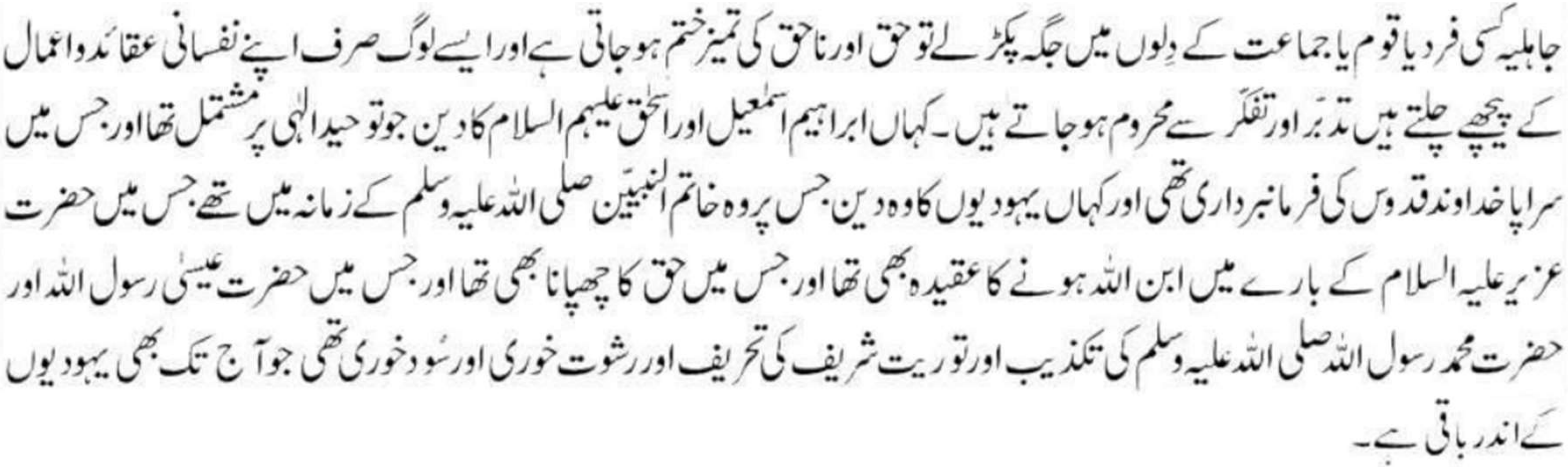

جاہلیہ کسی فرد یا قوم یا جماعت کے دِلوں میں جگہ پکڑ لے تو حق اور ناحق کی تمیز ختم ہو جاتی ہے اور ایسے لوگ صرف اپنے نفسانی عقائد و اعمال کے پیچھے چلتے ہیں تدبّر اور تفکّر سے محروم ہو جاتے ہیں۔ کہاں ابراہیم اسمٰعیل اور اسحٰق علیہم السلام کا دین جو توحید الٰہی پر مشتمل تھا اور جس میں سراپا خداوند قدوس کی فرمانبرداری تھی اور کہاں یہودیوں کا وہ دین۔ جس پر وہ خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے۔ جس میں حضرت عزیر علیہ السلام کے بارے میں ابن اللہ ہونے کا عقیدہ بھی تھا اور جس میں حق کا چھپانا بھی تھا اور جس میں حضرت عیسیٰ رسول اللہ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب اور توریت شریف کی تحریف اور رشوت خوری اور سُود خوری تھی جو آج تک بھی یہودیوں کے اندر باقی ہے۔

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ :

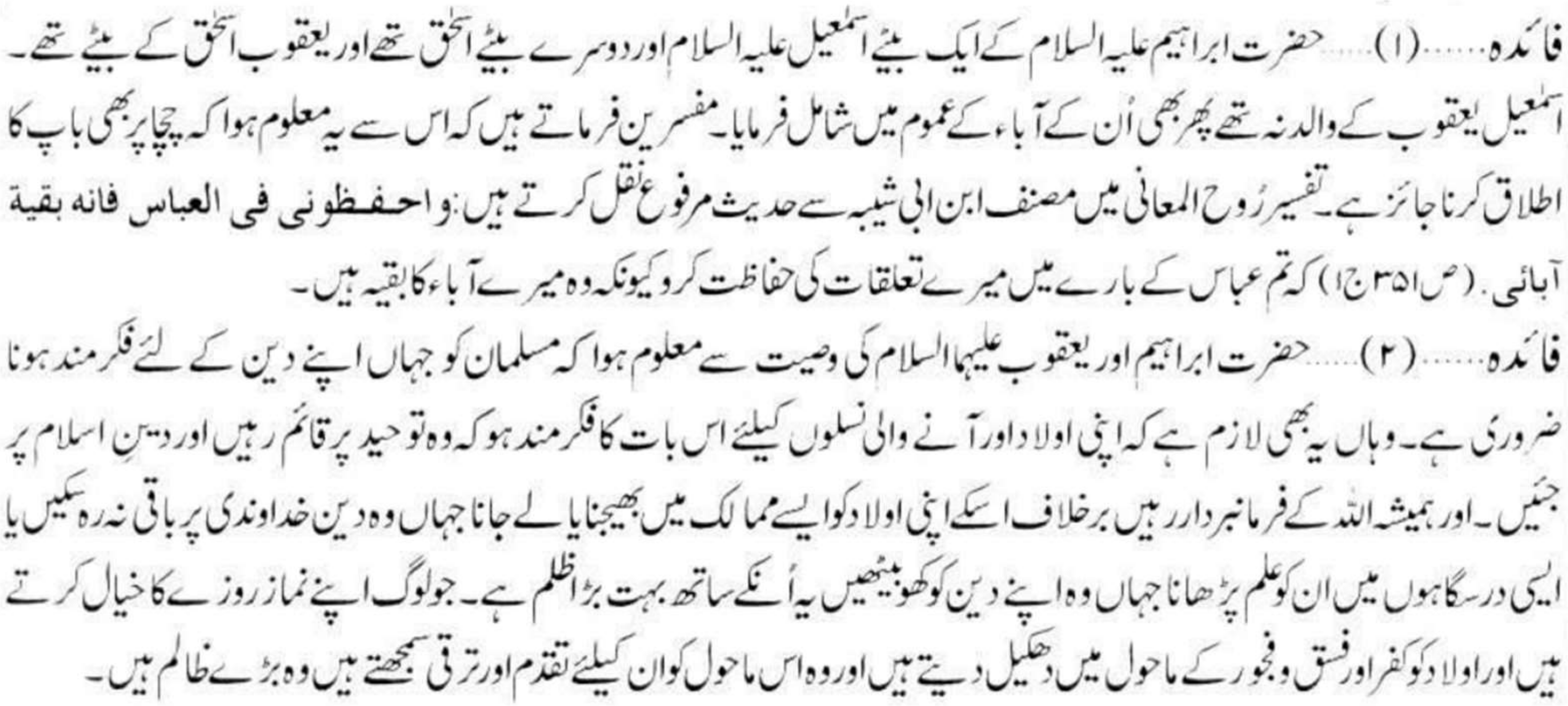

فائدہ...... (۱)...... حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام اور دوسرے بیٹے اسحٰق تھے اور یعقوب اسحٰق کے بیٹے تھے۔ اسمٰعیل یعقوب کے والد نہ تھے پھر بھی اُن کے آباء کے عموم میں شامل فرمایا۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ چچا پر بھی باپ کا اطلاق کرنا جائز ہے۔ تفسیر رُوح المعانی میں مصنف ابن ابی شیبہ سے حدیث مرفوع نقل کرتے ہیں: واحفظونی فی العباس فانه بقیة آبائی. (ص ۳۵۱ ج ۱) کہ تم عباس کے بارے میں میرے تعلقات کی حفاظت کرو کیونکہ وہ میرے آباء کا بقیہ ہیں۔

فائدہ...... (۲)...... حضرت ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام کی وصیت سے معلوم ہوا کہ مسلمان کو جہاں اپنے دین کے لئے فکر مند ہونا ضروری ہے۔ وہاں یہ بھی لازم ہے کہ اپنی اولاد اور آنے والی نسلوں کیلئے اس بات کا فکر مند ہو کہ وہ توحید پر قائم رہیں اور دینِ اسلام پر جئیں۔ اور ہمیشہ اللہ کے فرمانبردار رہیں برخلاف اسکے اپنی اولاد کو ایسے ممالک میں بھیجنا یا لے جانا جہاں وہ دین خداوندی پر باقی نہ رہ سکیں یا ایسی درسگاہوں میں ان کو علم پڑھانا جہاں وہ اپنے دین کو کھو بیٹھیں یہ اُنکے ساتھ بہت بڑا ظلم ہے۔ جو لوگ اپنے نماز روزے کا خیال کرتے ہیں اور اولاد کو کفر اور فسق و فجور کے ماحول میں دھکیل دیتے ہیں اور وہ اس ماحول کو ان کیلئے تقدم اور ترقی سمجھتے ہیں وہ بڑے ظالم ہیں۔

مولانا عبدالقیوم مہاجر مدنیؒ (گلدستہ تفسیر میں) فرماتے ہیں کہ :

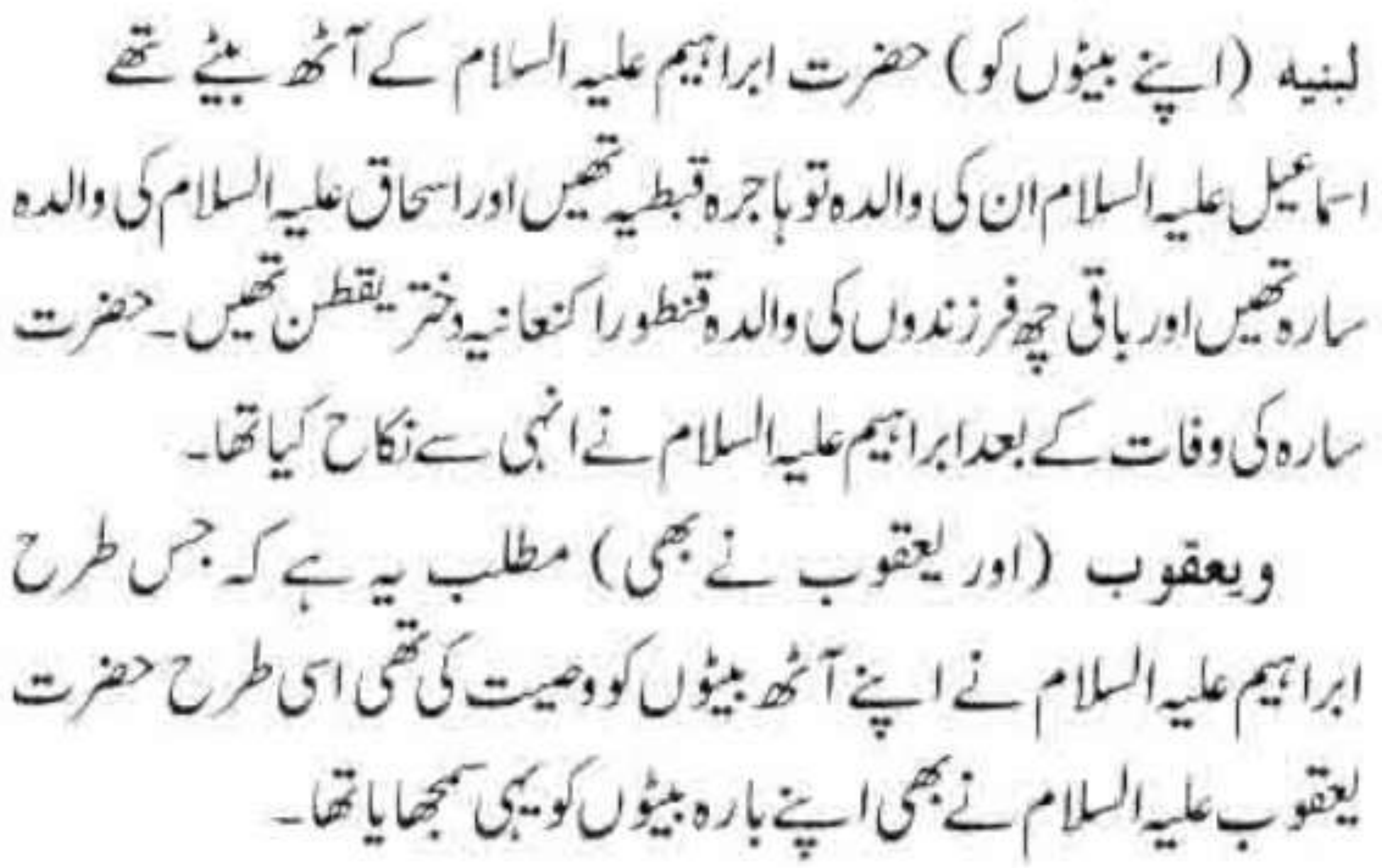

لبنیہ (اپنے بیٹوں کو) حضرت ابراہیم علیہ السام کے آٹھ بیٹے تھے اسماعیل علیہ السلام ان کی والدہ تو ہاجرہ قبطیہ تھیں اور اسحاق علیہ السلام کی والدہ سارہ تھیں اور باقی چھ فرزندوں کی والدہ قنطورا کنعانیہ دختر یقطن تھیں۔ حضرت سارہ کی وفات کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے انہی سے نکاح کیا تھا۔

ویعقوب (اور یعقوب نے بھی) مطلب یہ ہے کہ جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آٹھ بیٹوں کو وصیت کی تھی اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی اپنے بارہ بیٹوں کو یہی سمجھایا تھا۔

اللہ تبارک تعالیٰ فرماتے ہیں

تِلۡكَ اُمَّةٌ قَدۡ خَلَتۡ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتۡ وَلَكُمۡ مَّا كَسَبۡتُمۡ ۚ

وَلَا تُسۡـَٔلُوۡنَ عَمَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۳۴﴾

شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ (تفسیر عثمانی میں) فرماتے ہیں کہ:

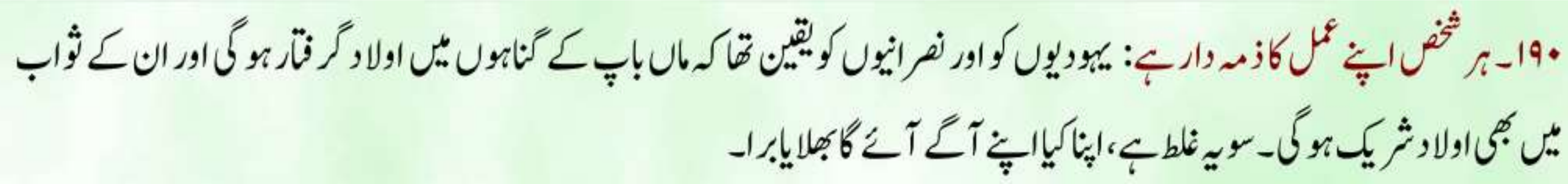

۱۹۰۔ **ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہے:** یہودیوں کو اور نصرانیوں کو یقین تھا کہ ماں باپ کے گناہوں میں اولاد گرفتار ہو گی اور ان کے ثواب میں بھی اولاد شریک ہو گی۔ سو یہ غلط ہے، اپنا کیا اپنے آگے آئے گا بھلا یا برا۔

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ :

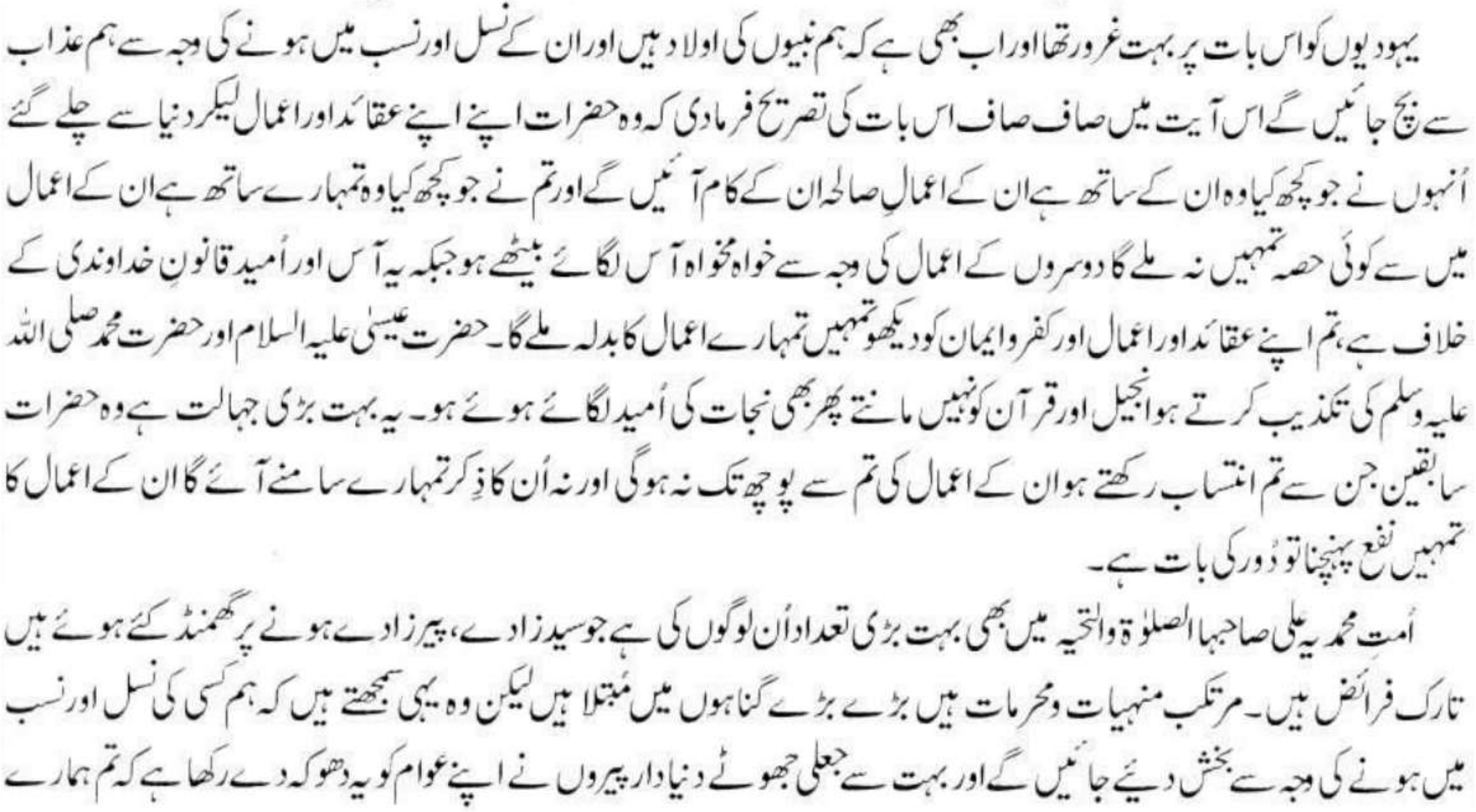

یہودیوں کو اس بات پر بہت غرور تھا اور اب بھی ہے کہ ہم نبیوں کی اولاد ہیں اور ان کے نسل اور نسب میں ہونے کی وجہ سے ہم عذاب سے بچ جائیں گے اس آیت میں صاف صاف اس بات کی تصریح فرما دی کہ وہ حضرات اپنے اپنے عقائد اور اعمال لیکر دنیا سے چلے گئے اُنہوں نے جو کچھ کیا وہ ان کے ساتھ ہے ان کے اعمالِ صالحہ ان کے کام آئیں گے اور تم نے جو کچھ کیا وہ تمہارے ساتھ ہے ان کے اعمال میں سے کوئی حصہ تمہیں نہ ملے گا دوسروں کے اعمال کی وجہ سے خواہ مخواہ آس لگائے بیٹھے ہو جبکہ یہ آس اور اُمید قانونِ خداوندی کے خلاف ہے، تم اپنے عقائد اور اعمال اور کفر و ایمان کو دیکھو تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ ملے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے ہو انجیل اور قرآن کو نہیں مانتے پھر بھی نجات کی اُمید لگائے ہوئے ہو۔ یہ بہت بڑی جہالت ہے وہ حضرات سابقین جن سے تم انتساب رکھتے ہو ان کے اعمال کی تم سے پوچھ تک نہ ہوگی اور نہ اُن کا ذِکر تمہارے سامنے آئے گا ان کے اعمال کا تمہیں نفع پہنچنا تو دُور کی بات ہے۔

اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ میں بھی بہت بڑی تعداد اُن لوگوں کی ہے جو سید زادے، پیرزادے ہونے پر گھمنڈ کئے ہوئے ہیں تارک فرائض ہیں۔ مرتکب منہیات و محرمات ہیں بڑے بڑے گناہوں میں مُبتلا ہیں لیکن وہ یہی سمجھتے ہیں کہ ہم کسی کی نسل اور نسب میں ہونے کی وجہ سے بخش دیئے جائیں گے اور بہت سے جعلی جھوٹے دنیا دار پیروں نے اپنے عوام کو یہ دھوکہ دے رکھا ہے کہ تم ہمارے

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ :

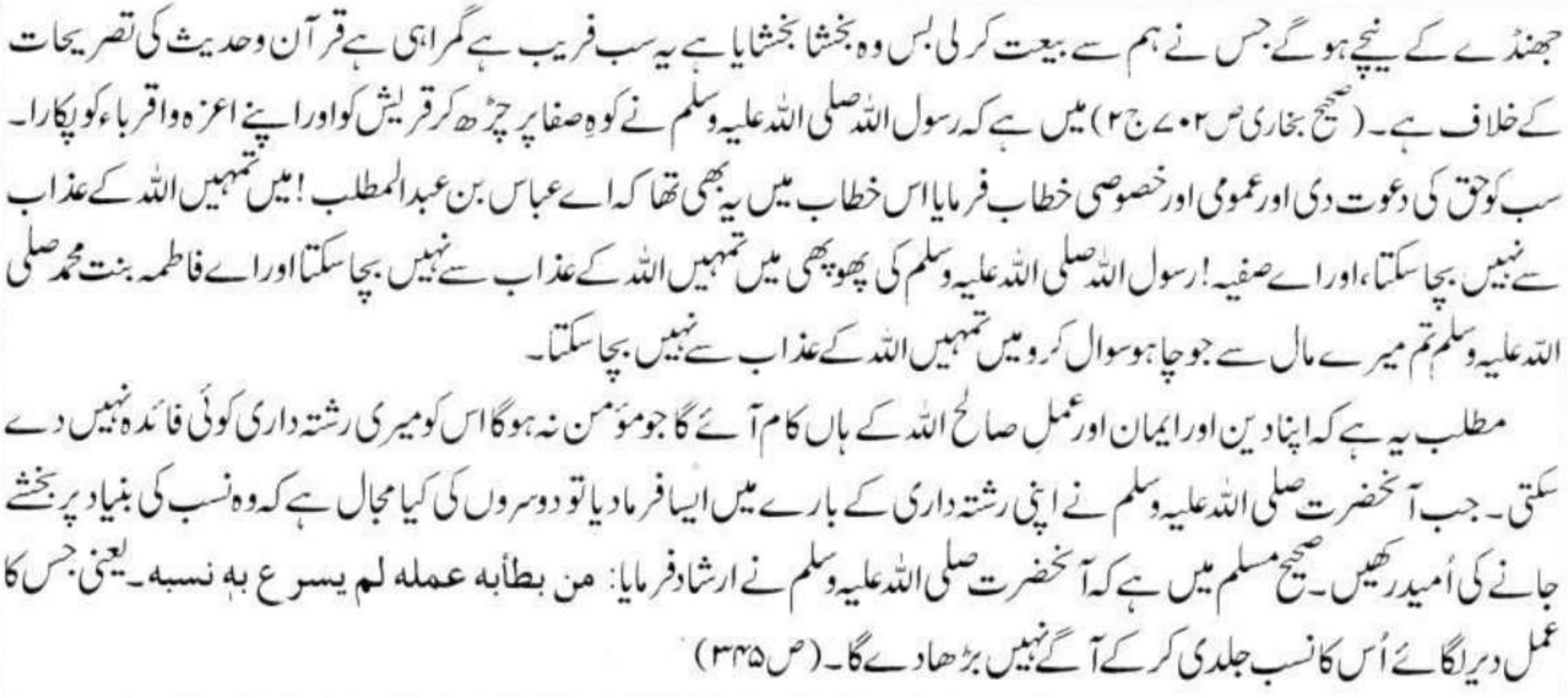

جھنڈے کے نیچے ہو گے جس نے ہم سے بیعت کر لی بس وہ بخشا بخشایا ہے یہ سب فریب ہے گمراہی ہے قرآن وحدیث کی تصریحات کے خلاف ہے۔ (صحیح بخاری ص ۷۰۲ ج ۲) میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہِ صفا پر چڑھ کر قریش کو اور اپنے اعزہ واقرباء کو پکارا۔ سب کو حق کی دعوت دی اور عمومی اور خصوصی خطاب فرمایا اس خطاب میں یہ بھی تھا کہ اے عباس بن عبدالمطلب ! میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا، اور اے صفیہ ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا اور اے فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میرے مال سے جو چاہو سوال کرو میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔

مطلب یہ ہے کہ اپنا دین اور ایمان اور عملِ صالح اللہ کے ہاں کام آئے گا جو مؤمن نہ ہو گا اس کو میری رشتہ داری کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رشتہ داری کے بارے میں ایسا فرما دیا تو دوسروں کی کیا مجال ہے کہ وہ نسب کی بنیاد پر بخشے جانے کی اُمید رکھیں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من بطأبه عمله لم يسرع به نسبه۔ یعنی جس کا عمل دیر لگائے اُس کا نسب جلدی کر کے آگے نہیں بڑھا دے گا۔ (ص ۳۴۵)

اللہ تبارک تعالیٰ فرماتے ہیں

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ
مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٣٥﴾ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ
وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ
النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿١٣٦﴾

شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ (تفسیر عثمانی میں) فرماتے ہیں کہ :

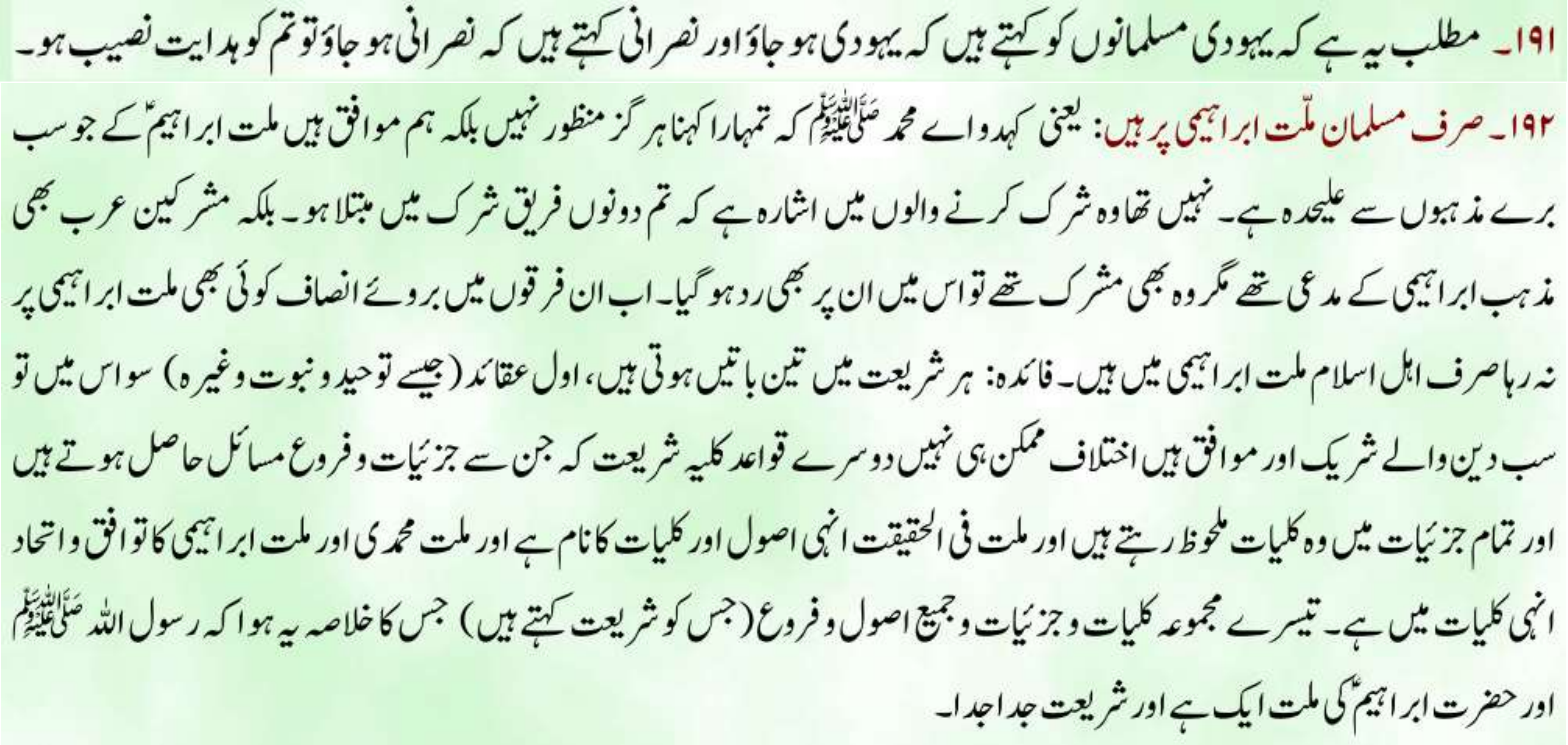

۱۹۱۔ مطلب یہ ہے کہ یہودی مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ یہودی ہو جاؤ اور نصرانی کہتے ہیں کہ نصرانی ہو جاؤ تو تم کو ہدایت نصیب ہو۔

۱۹۲۔ **صرف مسلمان ملّت ابراہیمی پر ہیں:** یعنی کہدو اے محمد ﷺ کہ تمہارا کہنا ہر گز منظور نہیں بلکہ ہم موافق ہیں ملت ابراہیمؑ کے جو سب برے مذہبوں سے علیحدہ ہے۔ نہیں تھا وہ شرک کرنے والوں میں اشارہ ہے کہ تم دونوں فریق شرک میں مبتلا ہو۔ بلکہ مشرکین عرب بھی مذہب ابراہیمی کے مدعی تھے مگر وہ بھی مشرک تھے تو اس میں ان پر بھی رد ہو گیا۔ اب ان فرقوں میں بروئے انصاف کوئی بھی ملت ابراہیمی پر نہ رہا صرف اہل اسلام ملت ابراہیمی میں ہیں۔ فائدہ: ہر شریعت میں تین باتیں ہوتی ہیں، اول عقائد (جیسے توحید و نبوت وغیرہ) سو اس میں تو سب دین والے شریک اور موافق ہیں اختلاف ممکن ہی نہیں دوسرے قواعد کلیہ شریعت کہ جن سے جزئیات و فروع مسائل حاصل ہوتے ہیں اور تمام جزئیات میں وہ کلیات ملحوظ رہتے ہیں اور ملت فی الحقیقت انہی اصول اور کلیات کا نام ہے اور ملت محمدی اور ملت ابراہیمی کا توافق و اتحاد انہی کلیات میں ہے۔ تیسرے مجموعہ کلیات و جزئیات و جمیع اصول و فروع (جس کو شریعت کہتے ہیں) جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابراہیمؑ کی ملت ایک ہے اور شریعت جدا جدا۔

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ :

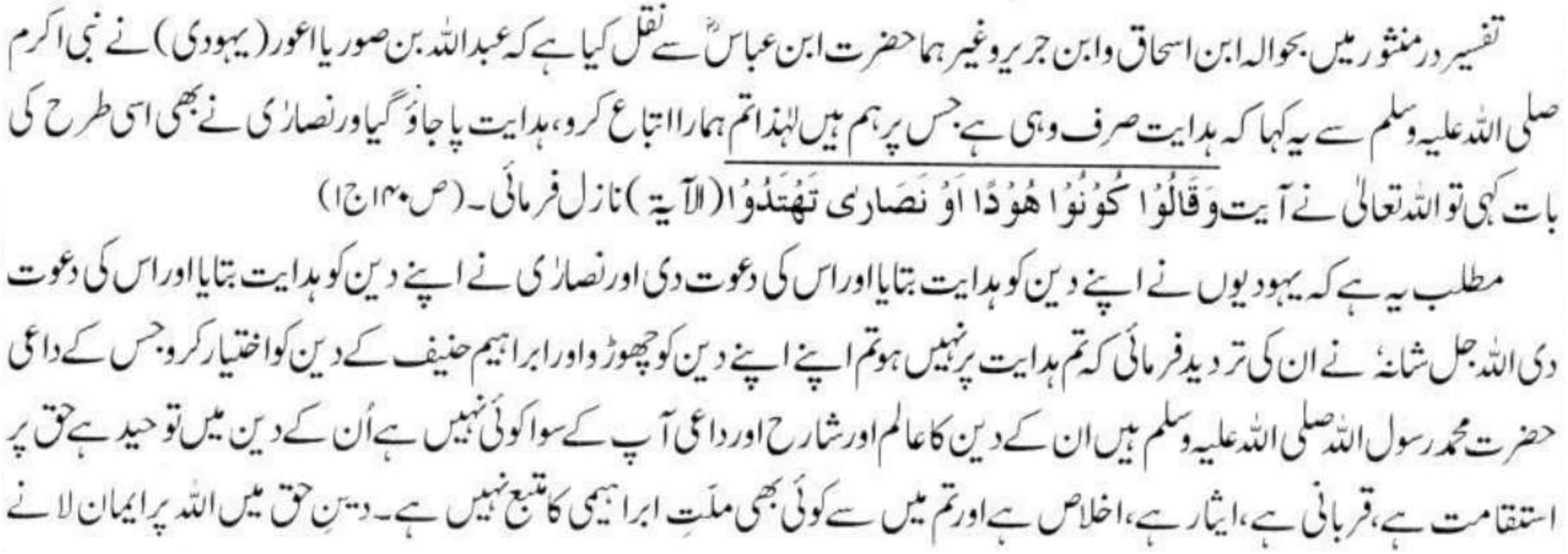

تفسیر درمنثور میں بحوالہ ابن اسحاق وابن جریر وغیرہما حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن صوریا اعور (یہودی) نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا کہ ہدایت صرف وہی ہے جس پر ہم ہیں لہٰذا تم ہمارا اتباع کرو، ہدایت پا جاؤ گیا ور نصارٰی نے بھی اسی طرح کی بات کہی تو اللہ تعالیٰ نے آیت وَقَالُوْا کُوْنُوْا ھُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی تَھْتَدُوْا (الآیۃ) نازل فرمائی۔ (ص۱۴۰ج۱)

مطلب یہ ہے کہ یہودیوں نے اپنے دین کو ہدایت بتایا اور اس کی دعوت دی اور نصارٰی نے اپنے دین کو ہدایت بتایا اور اس کی دعوت دی اللہ جل شانہٗ نے ان کی تردید فرمائی کہ تم ہدایت پر نہیں ہو تم اپنے اپنے دین کو چھوڑ و اور ابراہیم حنیف کے دین کو اختیار کرو۔ جس کے داعی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان کے دین کا عالم اور شارح اور داعی آپ کے سوا کوئی نہیں ہے اُن کے دین میں توحید ہے حق پر استقامت ہے، قربانی ہے، ایثار ہے، اخلاص ہے اور تم میں سے کوئی بھی ملّتِ ابراہیمی کا متبع نہیں ہے۔ دینِ حق میں اللہ پر ایمان لانے

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ:

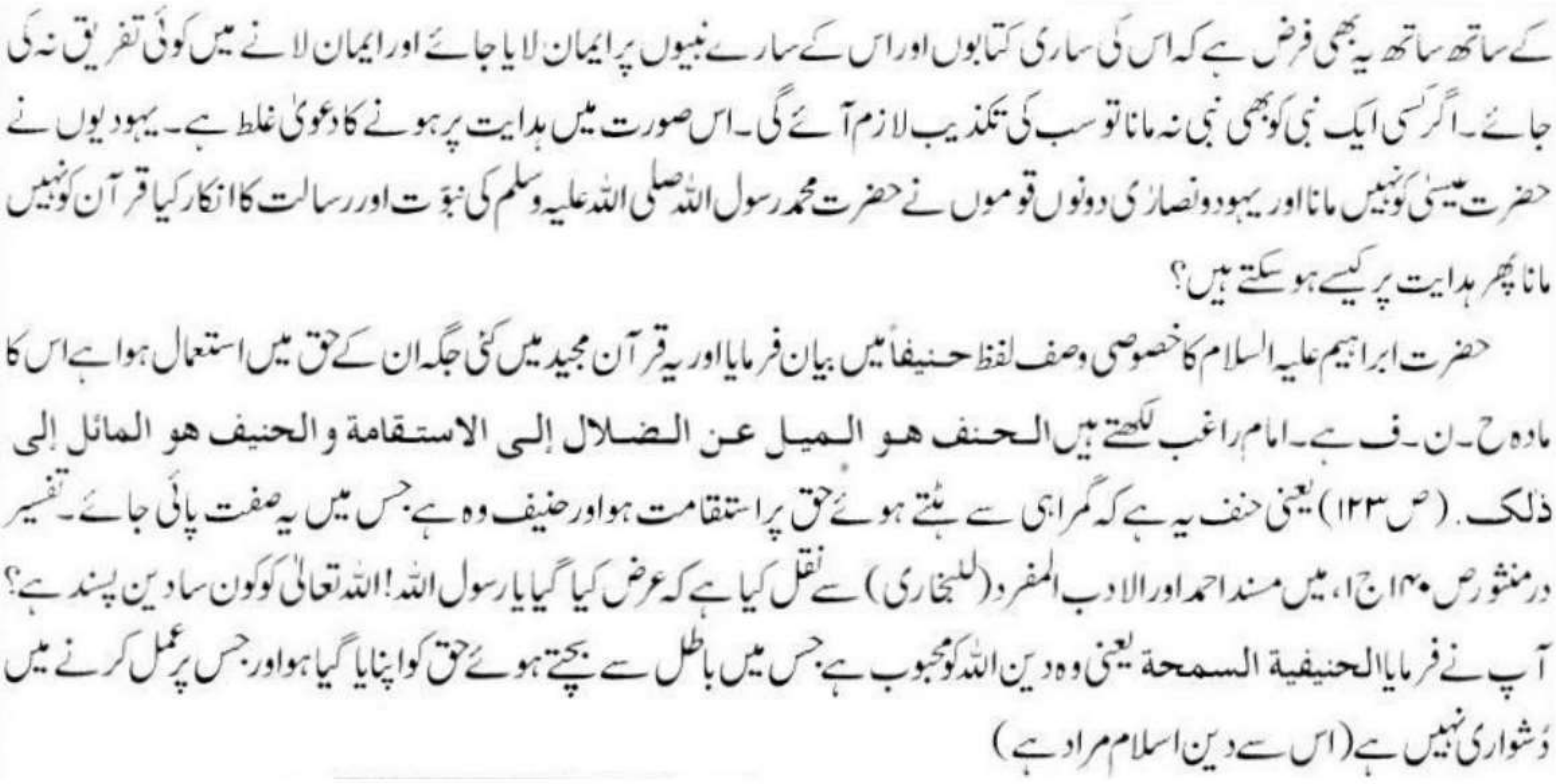

کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرض ہے کہ اس کی ساری کتابوں اور اس کے سارے نبیوں پر ایمان لایا جائے اور ایمان لانے میں کوئی تفریق نہ کی جائے۔ اگر کسی ایک نبی کو بھی نبی نہ مانا تو سب کی تکذیب لازم آئے گی۔ اس صورت میں ہدایت پر ہونے کا دعویٰ غلط ہے۔ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کو نہیں مانا اور یہود و نصاریٰ دونوں قوموں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت کا انکار کیا قرآن کو نہیں مانا پھر ہدایت پر کیسے ہو سکتے ہیں؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خصوصی وصف لفظ حنیفاً میں بیان فرمایا اور یہ قرآن مجید میں کئی جگہ ان کے حق میں استعمال ہوا ہے اس کا مادہ ح۔ ن۔ ف ہے۔ امام راغب لکھتے ہیں الحنف هو الميل عن الضلال إلى الاستقامة و الحنيف هو المائل إلى ذلك. (ص ۱۲۳) یعنی حنف یہ ہے کہ گمراہی سے ہٹتے ہوئے حق پر استقامت ہو اور حنیف وہ ہے جس میں یہ صفت پائی جائے۔ تفسیر درمنثور ص ۱۴۰ ج ۱، میں مسند احمد اور الادب المفرد (للبخاری) سے نقل کیا ہے کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کو کون سا دین پسند ہے؟ آپ نے فرمایا الحنيفية السمحة یعنی وہ دین اللہ کو محبوب ہے جس میں باطل سے بچتے ہوئے حق کو اپنایا گیا ہو اور جس پر عمل کرنے میں دشواری نہیں ہے (اس سے دین اسلام مراد ہے)

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ :

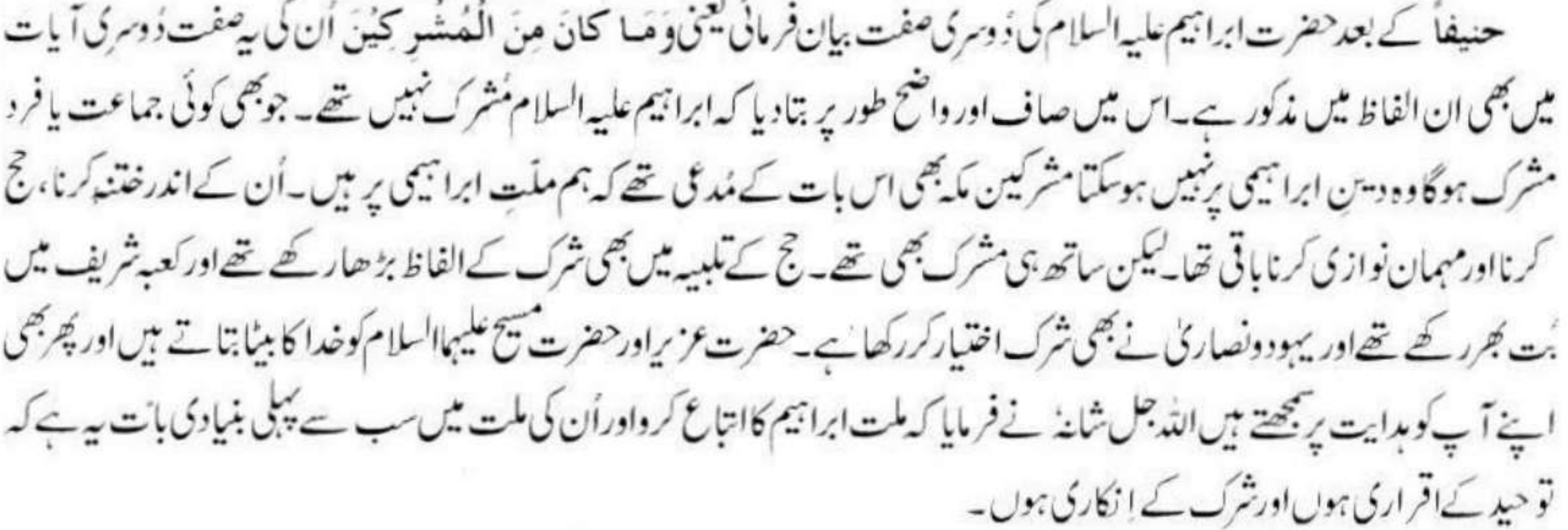

حنیفاً کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُوسری صفت بیان فرمائی یعنی وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اُن کی یہ صفت دُوسری آیات میں بھی ان الفاظ میں مذکور ہے۔ اس میں صاف اور واضح طور پر بتا دیا کہ ابراہیم علیہ السلام مُشرک نہیں تھے۔ جو بھی کوئی جماعت یا فرد مشرک ہوگا وہ دینِ ابراہیمی پر نہیں ہوسکتا مشرکین مکہ بھی اس بات کے مُدعی تھے کہ ہم ملّتِ ابراہیمی پر ہیں۔ اُن کے اندر ختنہ کرنا، حج کرنا اور مہمان نوازی کرنا باقی تھا۔ لیکن ساتھ ہی مشرک بھی تھے۔ حج کے تلبیہ میں بھی شرک کے الفاظ بڑھا رکھے تھے اور کعبہ شریف میں بُت بھر رکھے تھے اور یہود و نصاریٰ نے بھی شرک اختیار کر رکھا ہے۔ حضرت عزیر اور حضرت مسیح علیہما السلام کو خدا کا بیٹا بتاتے ہیں اور پھر بھی اپنے آپ کو ہدایت پر سمجھتے ہیں اللہ جل شانہٗ نے فرمایا کہ ملت ابراہیم کا اتباع کرو اور اُن کی ملت میں سب سے پہلی بنیادی بات یہ ہے کہ توحید کے اقراری ہوں اور شرک کے اِنکاری ہوں۔

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (تفسیر انوار البیان میں) فرماتے ہیں کہ :

مذکورہ بالا آیت میں لفظ الاسباط جو آیا ہے یہ سبط کی جمع ہے اس سے حضرت اسحٰق علیہ السلام کی اولاد مراد ہے۔ ان میں سب تو نبی نہیں تھے لیکن ایک بڑی تعداد میں اُن میں انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث ہوئے۔ اسی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا وَّاٰتٰكُمْ مَّالَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ (ذكره حكاية عن موسىٰ عليه السلام في سورة المائدة)

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بعد بجز سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جتنے بھی نبی آئے سب انہی کی اولاد میں سے تھے اور وہ حضرت اسحٰق کے بیٹے تھے (صلوات اللہ علیہم اجمعین) اُمت محمدیہ الحمد للہ اللہ کے تمام نبیوں پر اور اس کی ساری کتابوں پر ایمان رکھتی ہے سب کا ادب سے نام لیتے ہیں اور اس میں کسی قسم کی عصبیت نہیں ہے۔ باوجودیکہ یہود و نصاریٰ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں بے جا باتیں کرتے ہیں لیکن مسلمان کبھی بھی اُلٹ کر حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی شان میں کوئی ناروا کلمہ نہ کہتے ہیں اور نہ کہہ سکتے ہیں اگر ایسا کریں گے تو ان کا ایمان جاتا رہے گا۔

جزاكم الله واحسن الجزا